اسلامی اقتدار کا نقیب

ہفت روزہ

ترجمانِ اسلام

لاہور

نگرانِ اعلیٰ
مولانا مفتی محمود



رفقاء محترم

ہراس کا موسم عارضی ہے
میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ
ہمیں ہمارے سوا کوئی زیر
نہیں کر سکتا۔ میں نے ہمیشہ
کہا اور آج پھر کہتا ہوں کہ
تذبذب کا راستہ چھوڑ دو
شک سے ہاتھ اٹھا لو اور بدعملی
ترک کر دو،
یہ تین دھار کا انوکھا خنجر لوہے
کی اس دو دھاری تلوار
سے زیادہ کاری ہے جس کے
گھاؤ کی کہانیاں میں نے تمہارے
نوجوانوں کی زبانی سنی ہیں،

امام الہند
مولانا ابوالکلام آزاد

نعت بحضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

حسنِ فطرت کو ہجومِ عاشقاں درکار تھا
عاشقوں کو ہر سجدہ آستاں درکار تھا

وقت کے دریا میں تھا شب رنگ طوفانوں کا رش
کشتیٔ شام و سحر کو بادباں درکار تھا

زندگی تھی چلچلاتی دھوپ میں زار و زبوں
رہروؤں کو سایۂ ابرِ رواں درکار تھا

بحر کو موتی ملے تاروں کو تنویریں ملیں
اس سخاوت کو شہِ ہر دو جہاں درکار تھا

اس بساطِ خاک کی نشو و نما کے واسطے
اک حکیم آب و گل اک چہرہ خواں درکار تھا

کفر کے نرغے میں گھبرائی ہوئی مخلوق کو
ذاتِ برحق کا یقین بے گماں درکار تھا

اے زہے تقدیر یہ نکلا محمدؐ کا مقام
کوئی انسان و خدا کے درمیان درکار تھا

خالقِ ہر دو جہاں کی مصلحت جو ہو سو ہو
اِس جہاں کو ناقدِ دانشوراں درکار تھا

خامیٔ مخلوق سے خالق پہ زک آتی تھی بات
عاصیوں کو اک شفیعِ عاصیاں درکار تھا

قافلے کو منزلِ انسانیت کے واسطے
نسلِ انساں سے امیرِ کارواں درکار تھا

بے صدا صوت تھی دولت سرائے آب و گل
اس فضا کو ایک آئینِ اذاں درکار تھا

چاہیئے تھا آدمی کی رہبری کو آدمی
مرسلوں میں سربراہِ مرسلاں درکار تھا

زندگی پر کیسے کھل جاتے رموزِ زندگی
قولِ حق کو ان کا اندازِ بیاں درکار تھا

منجمد تھی کب سے صحرائے عرب میں تیرگی
حق نے پیغمبر وہیں بھیجا جہاں درکار تھا

یا محمدؐ تو نے رکھ لی مسلکِ آدم کی لاج
جسکو دانائے دو حرفِ کن فکاں درکار تھا

ان سے ملتے ہی نظر، کافر مسلمان ہو گئے
صاف ظاہر ہے حرم کو پاسباں درکار تھا

دھوپ میں ڈھوئے تھے پتھر اسلیئے سرکارؐ نے
حشر کے دن رحمتوں کا سائباں درکار تھا

میرے سجدوں کو ملا دانشؔ اسی در پہ سکوں
میری پیشانی کو ان کا آستاں درکار تھا

احسان دانش

ہفت روزہ

ترجمان اسلام

لاہور

جمعہ - ۱۴ ذیقعد، ۲۹ نومبر ۱۹۷۴ء

جلد نمبر ۱۷، شمارہ نمبر ۳۹

سرپرست

مولانا عبیداللہ انور

رئیس الادارہ

اکرام القادری

مجلسِ ادارت

ڈاکٹر احمد حسین کمال

مولانا سعید احمد رائپوری

سید مطلوب علی زیدی

عُمیر الہاشمی

بدلِ اشتراک

سالانہ	۳۸ روپے
ششماہی	۱۹ روپے
سہ ماہی	۹/۵۰
فی پرچہ	۷۵ پیسے

مرزائیت اور حکمران پارٹی

مفکر اسلام
حضرت العلام مفتی محمود مدظلہ

۱۹۷۰ء کی انتخابی مہم میں بھٹو صاحب نے مشرقی حصہ کو بالکل نظر انداز کر کے اپنی تگ و دو مغربی حصہ تک محدود رکھی اور یہاں بھی پنجاب و سندھ ان کی جدوجہد کے اصل میدان تھے۔ یہاں انہوں نے ہندوستان سے مسلسل نبرد آزمائی اور معاشی مسائل کے حل جیسے نعرے اپنی مہم کی بنیاد بنائے۔ عجیب بات یہ ہے کہ ہندوستان کے معلوم ایجنٹوں سے لے کر اقتصادی بدحالی کے ذمہ دار عناصر تک سبھی ان کے شریک سفر تھے۔ لیکن قوم نے ہوش کے بجائے جوش کا مظاہرہ کیا اور وہ ان صوبوں میں واضح اور بھرپور اکثریت سے کرکامیاب ہوگئے۔

ہرچند کہ عوامی لیگ کا حلقہ اثر بھی مشرقی حصہ تھا لیکن انتخاب بہرحال ایک ملک کی بنیاد پر ہوتے تھے مگر ان کی سوچ یہ تھی کہ ہمیں حق ملنا چاہیئے وہ حق مل گیا اگرچہ ہمیں بہت بڑی قربانی دینی پڑی۔

جب یہ ملک کے سیاہ و سفید کے مالک ہوگئے۔ تو وہ عناصر جنہوں نے ۱۹۷۰ء میں انکی کسی طرح بھی معاونت کی تھی نے ان کے گرد حلقہ تنگ کرنا شروع کر دیا۔ جس کا مقصد انتخابی موسم کے تعاون کی قیمت وصول کرنا تھا۔ ان عناصر میں اکھنڈ بھارت کے نظریہ باطل کے علمبردار مرزائی پیش پیش تھے۔ اور ۷۰ء میں ان سے امداد حاصل کرنا ایک معلوم حقیقت ہے۔ اس لیے انہوں نے بالخصوص پر پرزے نکالنے شروع کر دیئے۔

اگر بھٹو دور حکومت کے مرزائی پریس کا جائزہ لیا جائے اور ان کے ذمہ دار عناصر کی سوچ کا تجزیہ کیا جائے تو یہ آسانی سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ اس تعاون کی کیا قیمت وصول کرنا چاہتے تھے۔ ملک کے باشعور اور ذمہ دار رہنما جنہیں محض بھٹو دوست نہ ہونے کی وجہ سے غدار جیسے سنگین الفاظ سننے پڑتے ہیں۔ اس صورت حال سے ارباب اقتدار کو آگاہ کرتے رہے لیکن کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ حتیٰ کہ مئی کے اواخر میں مرزائی دنیا نے اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کا باقاعدہ آغاز کر دیا۔ یہ اللہ کا خصوصی فضل و کرم تھا کہ پاکستان کے ارباب بصیرت اور مخلص رہنما باہم یکجان ہو کر میدان میں کود پڑے اور انہوں نے مرزائیت کو ناک آؤٹ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ملت اسلامیہ حکومت کو اپنا حریف قرار نہیں دیتی تھی۔ بلکہ ان کے دشمن محض مرزائی تھے اور وہ حکومت سے صرف اتنا مطالبہ کرتے تھے کہ کفر و اسلام کے دو واضح کیمپ ہیں۔ اس لیے حکومت اسلامی کیمپ میں آجائے اور کفر کو آئینی طور پر کفر کہدے۔ لیکن حکومت کا رویہ مشکوک اور جانب دار تھا اور یہ فکر تھی کہ ۵۳ء کی طرح ایک بار پھر پروانگان شمع نبوت کو خاک و خون میں تڑپایا جائے گا۔ جتنے دنوں تحریک رہی حکومت کا بالخصوص پنجابی حصہ شرمناک طرزِ عمل کا مظاہرہ کرتا رہا اڑھائی درجن کے قریب مسلمان شہید ہوئے جن میں سے بعض مرزائیوں کی وحشت کا نشانہ بنے تو بعض "مسلمان انتظامیہ" کا۔

جیل یاترا تو عام بات تھی اور اس میں ہونے والے مظالم کی تلخی بھی ایسی نہیں جو بھلائی جاسکے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ہوا جس کی مختصر تاریخ بھی ایک دفتر کی متقاضی ہے اس لیے سردست اس سے صرف نظر کرتے ہوئے کہنا صرف یہ ہے کہ اسمبلی کے اندر حکمران پارٹی کے ممبر حضرات ابتداً اپنے دل میں نرم گوشے رکھتے تھے بعد میں جب مرزائی دنیا نے دھڑلے سے ان کے منہ پر سب کو کافر کہا تو آنکھیں کھلیں اور اسمبلی سے باہر حکومتی پارٹی کے لوگوں نے مخالفانہ طرز عمل جاری رکھا۔ اور میرا دعویٰ ہے کہ اس تحریک میں ان کے کسی ایک بھی آدمی کی نکسیر تک نہیں پھوٹی۔ لیکن فیصلہ ملت کے حق میں ہوگیا۔

اور جیسے ہوا یہ اندر کی بات ہے جسے "ہم جانتا ہے یا بھٹو" لیکن حد یہ ہے کہ اب وہی پارٹی سب کچھ اپنے کھاتے میں ڈالنے کے لیے سرگرم عمل ہے جب کہ بھٹو صاحب نے ہم سے معاہدہ بھی کیا تھا کہ اس مسئلہ کو کسی کی ہار جیت کا سوال نہیں بنایا جائے گا۔ اور اس فیصلہ کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال نہیں کیا جائے گا۔ مجلسِ عمل کے تمام اعضاء و جوارح نے اب تک اس شریفانہ معاہدہ کا پاس کیا۔ لیکن بھٹو صاحب اور ان کی پارٹی دیرینہ روایات کے مطابق انحراف کی پالیسی پر گامزن ہے۔ بالخصوص جب سے دورہ پنجاب کا آغاز ہوا ہے۔ اس وقت سے محافظ ختمِ نبوت کے عنوان کا کچھ زیادہ ہی چرچا ہے۔

یہ تو مسلم ہے کہ پنجاب انتخاب کا گڑھ تھا۔ اور یہ صوبہ جتنا زیادہ خوش فہم ہے اتنا ہی زود رنج بھی ہے۔ بھٹو سرکار کے تین سال کے قریب دورِ حکومت سے پنجاب کے عوام سخت بیزار تھے کیونکہ ہندوستان سے جنگ کے بجائے صلح کا شور زیادہ ہے اور مسائل حل ہونے کے بجائے اور سنگین صورت اختیار کر گئے ہیں۔ اس لیے وہ ہتھیار کند ہو چکے تھے ان میں جاذبیت نہ تھی اور ایسا کوئی نعرہ نہ تھا۔ جس سے ایک بار پھر ان لوگوں کو جال میں پھانسا جاسکے۔ کیونکہ یہاں کے عوام مرزائیت کے معاملہ میں زیادہ حساس تھے اور انہوں نے بلاشبہ تحریک میں روایتی کردار ادا کیا ہے جس پر وہ مستحق تبریک ہیں اس لئے اب یار لوگوں نے "جی آیاں نوں" کا عنوان دیگر خدمات میں نوے سالہ قادیانی مسئلہ کے حل کو سرفہرست رکھا ہے۔ بھٹو صاحب اور ان کے اعضاء و جوارح کو اپنے ماضی پر نظر رکھتے ہوئے اپنی روش پر نظر ثانی کرنی چاہیئے اور اسمبلی میں ہونے والی کاروائی کی آخری رات ہونے والے معاہدہ کا پاس ہونا چاہیئے ورنہ حقائق کو بے نقاب کرنے کا ہم حق محفوظ رکھتے ہیں اور جب ایسا ہوگا تو صنم بھی ہری ہری کہے گا۔

M N A

خبر لیجے دہن بگڑا

گذشتہ ہفتے بھٹو صاحب کے مجوزہ دورہ ملتان ڈویژن کے سلسلے میں رائے صاحب نے بطور منتظم پیش بند، بعض مقامات کا ضمنی دورہ کیا۔ جب وہ خانیوال اور میاں چنوں وغیرہ پہنچے۔ تو نہ جانے ان کے لب و لہجہ میں کیوں اس قدر تلخی آگئی کہ ایک ہی سانس میں حزب اختلاف کے معزز رہنماؤں کو دشنام طرازی شروع کر دی۔ بعض گفتنی باتوں کے علاوہ گوہر فشاں ہوئے کہ مفتی محمود۔ مولانا نورانی۔ ولی خان اور دیگر حزب اختلاف کے لیڈر سرمایہ داروں کے ایجنٹ ہیں۔ ملک کے غدار ہیں۔ نہ جانے یہ بڑی داڑھیوں والے کیوں ولی خاں کے پیچھے لگ گئے۔ انھوں نے ولی خاں کو اپنا امام بنا لیا وغیرہ وغیرہ۔

ع غصہ میں ان کو کچھ نہ رہا تن بدن کا ہوش
کیا لطف ہم نے شب کو اٹھائے عتاب میں

ہم محترم رائے صاحب سے عرض کرتے ہیں کہ اقتدار آنی جانی شے ہے۔ اقتدار کے نشے میں اس قدر مدہوش نہ ہوں اقتدار دھوپ چھاؤں کی مانند ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کھر صاحب پنجاب میں دندنا رہے تھے۔ گدی سے زبان کھینچنے کی دھمکیاں تھیں۔ کبھی نیست و نابود کر دینے کی باتیں۔ آج منقار زیر پر ہیں۔ بھٹو کی نوکری پر اترانے کی ضرورت نہیں۔ ان کے موڈ ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ آج خوش کل خفا۔ آج محبت کل نفرت۔ آپ سے متعلق تو عام چرچا ہے۔ ادیب ہیں۔ صحافی ہیں۔ بلکہ بعض منچلے عقیدت مند دانشور کہنے سے نہیں چوکتے۔

کیا یہی ادیبوں۔ صحافیوں اور دانشوروں کی زبان ہوتی ہے کہ علماء دین پر الزام تراشی کی جائے۔ جہاں تک ولی خان کی غداری یا ملک دشمنی کا تعلق ہے تو وہ ایک مرتبہ نہیں ہزار مرتبہ کہہ چکے ہیں کہ اگر میں غدار ہوں تو مجھ پر مقدمہ چلاؤ۔ اب تو آپ نے ویسے ہی ولی خاں کا بوجھ ہلکا کر دیا۔ اب تو ایک ولی خان ہی غدار نہیں۔ بقول آپ کے حزب اختلاف کے تمام لیڈر غدار ہیں۔ شاید ولی خان بھی کہتے ہوں کہ۔

ع گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں
یہاں اب میرے رازداں اور بھی ہیں

ہم ایک مرتبہ پھر رائے صاحب سے گزارش کرتے ہیں کہ یہ اوچھے ہتھیار اور بوکھلاہٹ اچھی نہیں۔ شریفوں کی زبان میں گفتگو کریں۔ آپ پنجاب کی وزارت اعلیٰ کے منصب پہ فائز ہونے کے ساتھ۔ صحافیوں میں بھی شمار

احوالِ واقعی

ترجمانِ اسلام سے متعلق اصل رائے دینا

تو قارئین حضرات کا کام ہے۔ اصولاً انہی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ ترجمانِ اسلام کی نشاۃ ثانیہ پر اچھی یا بری رائے قائم کریں۔ ہم اس پوزیشن ہی میں نہیں کہ اس سلسلے میں کچھ کہہ سکیں۔ ہم نے انتظامی دشواریوں اور وقت کی کمی کے باوجود بروقت پرچہ ایجنٹ حضرات کی تحویل میں دینے کی کوشش کی ہے۔ جہاں تک معیار یا مضمون کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے امکانی حد تک مقدور بھر کوشش کی ہے۔ اور رسالے کی موجودہ پوزیشن کو ہم نے آخری معیار قرار نہیں دیا۔ بلکہ خوب سے خوب تر کی راہ پر گامزن رہنے کے عزم سے کام کی ابتدا کی ہے ادارے کے ساتھ ساتھ پرچے کا معیار بلند کرنے کے سلسلے میں ذمہ داریاں مستقل خریداروں اور ایجنٹ حضرات پر بھی عائد ہوتی ہیں۔

رسالے کی ناکامی اور کامیابی کا دارومدار کافی حد تک اس کے حلقہ اشاعت پر ہوتا ہے ایجنٹ حضرات کی طرف سے چندہ نادہندگی اور عدم تعاون کی صورت میں ادارہ بے دست و پا ہو کر رہ جاتا ہے۔ فریق ثانی کی طرف سے بھی اگر برابر اور بروقت تعاون ہوتا رہے تو کوئی وجہ نہیں کہ پرچہ معیاری اور بروقت نہ ہو۔ ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ زرضمانت کی شرط سے متعلق دبے لفظوں میں کچھ عرض کریں۔ یقیناً ہمارے بعض حساس قسم کے ایجنٹ حضرات نے زرضمانت کی شرط کو شدت سے محسوس کیا ہے۔ لیکن اگر ہم پردہ داری سے کام نہ لیں تو بہت سے ہشاش بشاش چہرے پژمردہ نظر آئیں گے۔

اکرام القادری

مولانا سید محمد میاں صاحب

ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما ست

کیاہے فخر الدین رازیؒ کی سخن سنجی، بوعلی سینا اور فارابی کی منطق، ابن حزم اور ابن رشد کی حکمت صرف ایک نتیجہ ہے۔ ذکی الطبع افراد کی پُرعافیت کتب بینی کا۔

کیا ہے ترکِ دنیا اور متفلسفانہ تصوف؟ ایک خوشگوار جذبہ ہے۔ دنیاوی جھگڑوں سے فارغ البالی کا۔ بہت آسان ہے سالہا سال اعتکاف کے مکاشفات اور مراقبات کی لطف اندوزی بہت سہل ہے۔ برس ہا برس مطالعہ کتب کرکے تبحرِ علمی کے ملکات کی فراہمی، بہت سہل ہے کسی خانقاہ کی کنجِ عزلت، بہت سہل ہے کسی دارالعلوم کی سندِ تدریس۔

آپ پوچھیں مشکل کیا ہے؟ مَیں بتاؤں گا بہت مشکل ہے۔ بہت دشوار ہے۔ رجوع الی اللہ زہد و تقویٰ کے ساتھ ساتھ خدمتِ خلق اور نوعِ انسانی کی ہمدردی۔ یعنی وہ سوز و گداز، وہ تڑپ، وہ بے چینی، وہ کرب اور اضطراب جو کبھی مسجد میں لے جاتے۔ کبھی حلقہ درس میں، کبھی ممبر پر وعظ و تلقین کے لیے کھڑا کرے کبھی سیاسی پلیٹ فارم پر ترقی ملت اور اعلاء کلمۃ الحق کے لیے۔ کبھی اپنوں کی گالیاں سنواتے اور کبھی پابہ زنجیر جیل خانوں کی سلاخوں میں بند کراتے۔ دن کے وقت خلق میں مصروف اور پریشان رکھے تو رات کی تاریکی میں محبوبِ حقیقی کے سامنے زاہدِ شب بیدار بنا کر کھڑا کردے۔

بلاشبہ بہت مشکل ہے ہمدردیٔ خلق اور غم خواریٔ مسلم کی وہ خلش جو رات کو میٹھی نیند حرام کردے مجلس احباب کو مجلس سوز و گداز بنادے۔ افق پر صبح صادق کی کرن چمکے تو وہ استغفار میں مشغول ہو۔ آفتاب کی کرن اول اس کو تسبیح و تحلیل میں مصروف دیکھے پھر اس کے تبلیغی، تعلیمی، دینی اور سیاسی مشاغل کو دیکھتے دیکھتے حیرت و استعجاب کے مغرب میں روپوش ہوجاتے۔ عالم پر تاریکی کی سیاہ چادر تانی جاتے۔ تھکے ماندے انسان اپنی آرام گاہوں کی طرف دوڑیں۔ اہل و عیال کی پُرلطف چہل پہل سے دن بھر کی کوفت اور تھکن دُور کریں، لیکن یہ مبتلائے سوزِ خلق اب بھی یا دُور و دراز کے سفر طے کررہا ہو یا عالی و عمیق مضامین حل کرنے میں دماغ سوزی کررہا ہو، یا مخلوقِ خدا کی تلقین میں مشغول ہو۔ یا اپنے پروردگار کے سامنے سربسجود۔ گریہ و بکا، عجز و نیاز مناجات و تلاوت، طولِ قیام اور طویل رکوع و سجود سے زاہدانِ خشک کے خلوت کدوں کو شرما رہا ہو۔

بے شک یہی ہے مشکل ترین سنت۔ یہی ہے انبیاء علیہم السلام کی سچی وراثت۔ یہی ہے مضمونِ حدیث کے بموجب انبیاء سابقین علیہم السلام سے مشابہت۔ یہی شخص ہے رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب۔ اُسوۂ صحابہؓ کا سچا پیرو۔ یہی ہے مصلحِ خلق۔ یہی ہے شیخِ وقت۔ یہی ہے مرشد صادق۔ یہی ہے قطبِ عالم اسی کی زندگی درسِ عبرت ہے۔ قابلِ اتباع بلکہ واجب الاتباع ہے۔

اس عظیم انسان کی پاک زندگی کے شب و روز احاطۂ تحریر میں لانا ممکن ہی نہیں۔ شب کو کئی گھنٹہ مسلسل تقریر۔ اس کے بعد سفر اور صبح مدرسہ میں پہونچ کر مسلسل کئی گھنٹہ تک ڈھائی سو طلباء کی جماعت کو درس دینا جس میں مختلف قابلیت و مذاق کے طلباء موجود ہوں۔ جس میں بعض وہ بھی ہوں جو کئی سال مدرسی کرکے محض سماعتِ حدیث کے لیے حاضر ہوئے ہوں۔ پھر وہ دماغ سوز مشقت جو ڈھائی تین سو طلباء کے وسیع حلقے میں تقریر کرتے ہوئے پیدا ہو۔ پھر اسی طرح بعد ظہر بعد عصر، بسا اوقات بعد عشاء برابر درس اور پھر ایک دو دن نہیں مسلسل نہ صرف دن بلکہ شب کو بھی اسی طرح مشاغل کا تسلسل۔ قیام دیوبند کے زمانہ میں بعد صلوٰۃ مغرب اوابین جس میں کم از کم سوا پارہ یومیہ کی تلاوت مسترشدین کو تلقین و ارشاد۔ پھر عشاء کے بعد کم از کم دو گھنٹہ درس حدیث۔ کتب بینی اخبارات کا مطالعہ۔ ان سے یادداشتیں مرتب کرنا۔ پھر آخر شب میں تہجد۔ پھر اس کے بعد ذکر و مراقبہ وغیرہ وغیرہ۔

غور فرمایئے کہ کیا کوئی ہے جو اس طرح مسلسل اپنے آپ کو قربان کرتا رہے۔ تحسین و آفرین انسان کی ہمت کو بلند کردیا کرتی ہے، مگر یہاں تحسین و آفرین کے بجائے افتراء و بہتان۔ دشنام طرازیاں، توہین و تذلیل کے منصوبے، قتل کی سازشیں اور قاتلانہ حملے۔ اعداء دین کے اس جگر خراش اور دل فگار طرز عمل کے باوجود متواتر جدوجہد اور رات دن سعی پیہم کا سلسلہ وہی باقی رکھ سکتا ہے جس کو خداوند عالم نے غیر معمولی خلوص اور للّٰہیت کی دولت عطا فرمائی ہو اور "لایخافون لومۃ لائم" اور "لانرید منکم جزآءً ولا شکورا" کا ملکہ اس کے رگ و پے میں راسخ ہوچکا ہو۔ یہ پیکر تسلیم و رضا رمضان شریف میں افطار کے بعد نماز مغرب سے فارغ ہوکر صلوٰۃ اوابین میں مشغول۔ ایک ڈیڑھ پارہ کی تلاوت۔ تراویح میں پانچ چھ سو آمیوں کی شرکت۔ قرآن مجید خود سنانا، تراویح سے فراغت کے بعد ایک اور قرآن نوافل میں۔ پھر تھوڑی دیر آرام فرماکر تہجد شروع کرتے جس میں سلسلہ وار قرآن شریف کا ختم ہوتا۔ یہ مبارک سلسلہ صبح صادق سے تقریباً نصف گھنٹہ بیشتر تک جاری رہتا۔ آخری وقت میں سحری تناول فرمانا۔ نماز فجر کے بعد زائرین سے ملاقات۔

اچھا بتاؤ کون ہے؟ اس مقدس زندگی کا مالک اور اس مبارک سنت کا حامل و ماہر وہی شیخِ وقت قطبِ عالم، مرشدِ خلائق، فرید العصر، یگانۂ روزگار جس کا نام نامی اس مبارک تمہید کا مبارک عنوان ہے یعنی سیدنا مرشدنا شیخ العرب والعجم حضرت علامہ

مولانا السید حسین احمد مدنی

رحمۃ اللہ علیہ

گرمیٔ ہنگامہ تری آج حسین احمد سے ہے
جس سے ہے پرچم روایاتِ سلف کا سربلند

حق نواز خلیل

صوبائی دارالحکومتوں میں

دھماکے ہی دھماکے

کراچی سے پشاور اور بلوچستان سے چترال تک بموں کے دھماکے ہو رہے ہیں۔ کراچی میں یہ دھماکے کون کر رہا ہے اور پنجاب میں یہ کس کے اشارے پر ہو رہے ہیں۔ پولیس یہ معلوم کرنے کے لیے انعامات کا اعلان کر رہی ہے۔ بلوچستان میں پیرزادہ صاحب فرماتے ہیں اجمل خٹک مصروف عمل ہے اور سرحد میں شیرپاؤ صاحب نیپ کا نام لیتے ہیں۔ عجیب اتفاق ہے کہ بلوچستان اور پنجاب میں مقبوضہ بم "واہ فیکٹری" کے بنے ہوتے ہیں۔ جبکہ سرحد میں یہ بارودی قسم کے حساس بم ہوتے ہیں۔ جو یوسف خٹک کے باورچی خانہ میں پھٹتے ہیں تو صرف دیوار کو دھواں دار بناتے ہیں۔ اور یوسف خٹک حالیہ وفاقی وزیر نیپ کے خلاف پریس کانفرنس بلاتے ہیں۔ پیپلز پارٹی کے دفتر میں دھماکہ ہوتا ہے تو اسلم خٹک گورنری سے مستعفی ہو جاتے ہیں اور جب پی۔ آئی۔ اے کے پشاور آفس میں دھماکہ ہوتا ہے تو گنڈاپور صاحب پی۔ پی میں شامل ہو جاتے ہیں اور یوں سرحد میں دھماکوں کا ڈراپ سین ہو جاتا ہے۔ ملک بھر میں یہ دھماکے کیوں ہو رہے ہیں۔ اور وافر بم کہاں سے آ گئے یہ معمہ نہ سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔

ہاں سرحد میں — اسلحہ وافر ہے۔ دیوار کو سیاہ کرنے والے بم پشاور سے چھ میل اُدھر باڑہ میں پندرہ روپیہ میں مل جاتے ہیں۔ اور اسلم خٹک صاحب جس دھماکے سے ڈر جائیں وہ پچاس روپے پر مل سکتا ہے۔ اور پھر حکومت سرحد نے ان شہریوں کو معاف کر دیا ہے۔ جو ناپسندیدہ ہیں اور اصطلاحاً مفرور کہلاتے ہیں —

لیکن ہمارا خیال ہے کہ شاید دھماکوں کا ایک دَور اور بھی چل جائیگا۔ اس لیے کہ گنڈاپور صاحب نے نہلے پر دہلہ پھینکا ہے۔ اور بقول بھٹو صاحب ترُپ کا پتہ اب بھی شیرپاؤ کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے توقع رکھنی چاہیئے کہ ایک دَور مزید چلے گا۔

یہ زور دار دھماکے کتنی داستانیں سناتے ہیں، غور تو فرمائیے۔ تربیلا کا پانی مشتعل ہو گیا۔ اور ایک دھماکے کیساتھ واپڈا کا ریکارڈ زیر و زبر ہو گیا — اب حکومت واپڈا کی تحقیقات کرے یا واپڈا ہاؤس کی بس چارسدہ مردان سے لوگ گئے تھے۔ فائل پوری ہو گئی۔

ہاں تو شاید گنڈاپور صاحب کو کچھ وقفہ مل جائے۔ ستالیں۔ شیرپاؤ صاحب رو ترُپ کا پتہ پھر پھینکینگے۔

قرطاس ابیض الفاظ کی ڈھول!

اصغر خاں نے "قرطاس احمر" کو اسی فیصد جھوٹ اور بیس فی صد مبالغہ کہا ہے۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ قرطاس میں کچھ حقیقتیں بھی ہیں مثلاً یہ کہ بلوچستان میں کل ۴۸۸ واقعات ہوئے ۳۰۲ فائرنگ، ۲۲ چھپ کر حملے، ۶۵ — دیہات اور سڑکوں کو لوٹنے، ۴۹ ٹیلیفون تار کاٹنے، ۸ سرکاری تنصیبات کو نقصان، ۲ سِول مسلّح فوج پر حملے۔

جبکہ فوج نے ۴۸ واقعات کیے۔ ان واقعات کے دوران ۲۴۱ انتہاپسند مارے گئے، ۶۲ زخمی۔ باقاعدہ فوج کے ۸۷ جوان مارے گئے ۹۳ زخمی، سِول آرمڈ فورسز کے ۳۴ جوان مارے گئے، ۷۹ زخمی بلوچ ریزرو پولیس کے ۲۱ جوان مارے گئے، ۱۶ زخمی اور مسلح افواج سے متعلق ۲ شہری مارے گئے۔ اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا اِلیہِ راجعون

کل تک حکومت بلوچستان میں فوج کی موجودگی ہی سے منکر تھی۔ اسمبلی ریکارڈ اس پر شاہد ہے۔

پھر خان قیوم نے اعلان کیا۔ فوج سڑکیں تعمیر کر رہی ہے۔ اور جب اپوزیشن نے بلوچستان میں بمباری کا ذکر کیا تو حکومت نے پہلی بار اقرار کیا کہ فوج نے دفاع کے لیے گولی چلائی۔ جس سے گیارہ (اندازاً) شرپسند ہلاک ہوئے

ایک تربیت یافتہ فوجی کو جنگ میں مارنا مشکل ترین کام ہے اور حکومت کے اعلان مطابق ۱۴۲ فوجی جوان مشترک مارے گئے ہیں۔ اور ۱۸۸ جوان زخمی۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ تناسب کیا ہو گا۔

۲۴۱ شرپسندوں کا مارے جانا اور ۶۲ کا زخمی ہونا تو تناسب کی حد ہی سے گذر ہوئی بات ہے۔ اور حکومت انکار کرتی ہے کہ بمباری نہیں کی گئی۔ ہمیں یقین ہوا ہم کو اعتبار آیا؟!

دوسری حقیقت حکومت نے یہ بیان کی کہ بلوچستان کے ایک لاکھ ۳۴ ہزار مربعہ میل کے قطعہ میں سے حکومت کو ۱۳۴ مربعہ میل کے علاقہ پر کنٹرول حاصل تھا؟ ایں چہ بوالعجبیست؟ یہ دس پندرہ انتہاپسند۔ جو چالیس پچاس سے گزر کر چار پانچ سو اور پھر چار ہزار ہو گئے۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ بلوچستان میں صرف اور صرف حقوق طلبی اور نمائندہ حکومت کی بحالی کی تحریک ہے۔ بلوچستان میں اگر علیحدگی کی تحریک ہوتی تو فوج کی موجودگی کو جواز بنا کر بیرونی مداخلت کو دعوت دی جاتی۔ مگر حکومت ہے کہ پاکستان کے حساس ترین صوبے کے شہریوں کو علیحدگی پسند قرار دینے پر تُلی ہوئی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ سرحد، بلوچستان ایسے صوبے ہیں جہاں بھٹو صاحب کو کہنا پڑتا ہے کہ ؎

رعشہ ہے اگر ہاتھ میں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

"جمہوریت ہماری سیاست ہے"

پاکستان کی تاریخ میں ۱۹۷۰ء کا انتخاب اس اعتبار سے بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے کہ قوم کو پہلی مرتبہ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ووٹ دینے کا حق دیا گیا۔ اس دوران مختلف پارٹیاں میدان عمل میں آئیں ہر پارٹی نے قوم کے سامنے اپنا اپنا منشور اور پروگرام پیش کیا۔ بعض جماعتوں نے ایک دوسرے سے مختلف اور متضاد پروگرام پیش کیے اور بعض نے پروگرام کے نام سے صرف اور صرف جذباتی قسم کے نعروں سے قوم کے دکھوں کا مداوا اور درد کا درماں کرنا چاہا۔ خصوصاً پاکستان پیپلز پارٹی نے اپنے پروگرام کی بنیاد چار نعروں پر رکھی۔ جو اسلام کے دلدادہ۔ مفلوک الحال۔ آزادی رائے سے محروم اور بے دست و پا عوام کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھنے کے مترادف تھے۔

ان نعروں میں تیسرا نعرہ یا پیپلز پارٹی کے اورنگ اقتدار کا تیسرا پایہ یہ تھا کہ "جمہوریت ہماری سیاست ہے" جمہوریت ہماری سیاست ہے کے نعرے کو اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ دس سالہ ایوبی آمریت کے شکنجے میں پھنسے ہوئے عوام جمہوریت کے نام کی دہائی دینے لگے، اور ہر طرف سے جمہوریت جمہوریت کی آواز بلند ہونے لگی، یہ الگ بات ہے کہ جمہوریت کو بطور نعرہ استعمال کرنیوالی پارٹی کے سربراہ مسٹر بھٹو خود ایوبی آمریت کے دور میں آٹھ سال تک آمریت کی بنیادیں مستحکم کرتے رہے جب کہ حزب اختلاف کے مقتدر رہنما جمہوریت کے لیے ہمہ قسم کی صعوبتیں برداشت کر کے فقید المثال قربانیاں دیتے رہے، مسٹر بھٹو جس وقت ایوبی آمریت کے وکیل صفائی کا کردار انجام دے رہے تھے اس وقت بھی حزب اختلاف کے بیباک رہنما یا تو جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں تھے یا دار و رسن کی آزمائش کے مرحلے میں۔ اس وقت بھی اسمبلی میں مولانا مفتی محمود کا نعرہ حق گونجتا تھا اور آج بھی یہ مرد قلندر اپنے دیگر رفقاء کے ساتھ آمر وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر بات کرتا ہے۔ محرومئ اقتدار کے بعد جمہوریت ہماری سیاست کا نعرہ لگانے والے اگر اپنے قول میں صادق ہوتے تو آج جب کہ انہیں اس نعرے کی بدولت اقتدار حاصل ہے کیوں نہ ملک کو جمہوریت کی راہ پر ڈالتے۔ پیپلز پارٹی کے تین سالہ دورِ اقتدار کا اگر غیر جانب دارانہ تجزیہ کیا جائے تو بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ گذشتہ ۲۷ سال کے عرصے میں موجودہ آمریت سے بد ترین آمریت کبھی قائم نہیں ہوئی۔ خواہ وہ ایوب کی آمریت ہو یا کسی اور آمر کی۔ جبکہ مسٹر بھٹو کے تین سالہ دورِ اقتدار میں ہر طرف جمہوریت کے نام پر جمہوریت کی دھجیاں بکھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ جمہوریت کا جو مذاق اس سیاہ ترین دور میں اڑایا گیا ہے شاید ہی انگریز ایسے جابر، قاہر اور ظالم حکمران کے دور میں اڑایا گیا ہو۔ دنیا کی کسی تاریخ میں آپ کو ڈھونڈے سے بھی ایسی مثال نہیں ملے گی کہ جمہوریت ہماری سیاست ہے کا نعرہ لگا کر کامیاب ہونے والی پارٹی کا سربراہ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنا ہو۔ اور پھر مارشل لاء کو عوامی مارشل لاء کا نام دے کر جمہوریت کے منہ پر تھوکا ہو۔ یہ کیسی جمہوریت ہے جس میں عوام بنیادی حقوق سے محروم ہوں۔ یہ کیسی جمہوریت ہے جس میں علماء کے ساتھ شرمناک سلوک کیا گیا ہو۔ یہ کیسی جمہوریت ہے جس میں طلباء کو بر سرِ عام برہنہ کر کے پیٹا گیا ہو۔ یہی جمہوریت موجودہ حکمرانوں کی سیاست تھی۔ جس میں جمہوری طریقے پر منتخب نمائندوں کو اقتدار سے بالجبر محروم کر کے پس دیوارِ زنداں اور پابزنجیر کیا گیا ہو۔ کیا اس جمہوریت کے لیے ملک کو دو نیم کیا گیا تھا۔ کیا اسی جمہوریت کے لیے ادھر ہم ادھر تم کا نعرہ لگایا گیا تھا۔ حزبِ اختلاف کے جلسے اسی جمہوریت کے عشق میں غنڈوں سے خراب کرائے جاتے رہے۔ اسی جمہوریت کے احترام میں جلسے جلوس اور عام اجتماعات پر پابندی لگائی گئی ہے۔

یہی وہ جمہوریت ہے جو ریڈیو، ٹی وی ایسے قومی اداروں پر حزبِ اختلاف کے لیڈروں کے نام نشر کرنے سے روکتی ہے۔ قومی اخبارات کو "حق و صداقت" کا سبق اسی جمہوریت نے سکھایا ہے۔ حزب اختلاف کے رہنما جس شہر میں جانے کا ارادہ کریں جمہوریت دفعہ ۱۴۴ کی شکل میں پہلے سے موجود۔ مولانا مفتی محمود اور حزبِ اختلاف کے دیگر لیڈروں پر یہ جمہوریت اس قدر شیدا کہ فوراً دفعہ ۱۴۴ کے روپ میں استقبال کے لیے پہلے سے حاضر اگر اسی کا نام جمہوریت ہے تو ہزار بار لعنت اس جمہوریت پر اس پر طرہ یہ کہ بھٹو صاحب اور ان کے سابقے لاحقے جمہوریت کا راگ الاپتے نہیں تھکتے۔ عوام کو مزید بے وقوف بنانے کے لیے جمہوریت کی دہائی دیتے رہتے ہیں۔ اس ایک طرفہ یا یک چشم جمہوریت کا مشاہدہ مسٹر بھٹو کے دورۂ پنجاب کے دوران واضح طور پر ہو گیا۔ محترم بھٹو صاحب جہاں بھی گئے۔ عام جلسوں سے خطاب فرمایا کوئی دفعہ ۱۴۴ نہیں۔ کوئی پابندی نہیں۔ کوئی قدغن نہیں۔ کوئی رکاوٹ نہیں۔ سیکورٹی فورس ہے ضرور اور کثیر تعداد میں ہے۔ مگر جلسہ خراب کرنے کے لیے نہیں بلکہ بھٹو صاحب کی حفاظت کے لیے عوام کو ۱۹۷۰ کے بھٹو سے ملاقات سے روکنے کے لیے پولیس موجود ہے۔ مگر آنسو گیس چھوڑنے کے لیے نہیں بلکہ بھٹو بچو کی صدائیں بلند کرنے کے لیے جلسہ گاہ کا راستہ بنانے کے لیے پیپلز پارٹی کے اَن پڑھ چیئرمینوں کو سلام کرنے کے لیے ولی خاں قصور گردیں کے مکان کی چار دیواری میں تقریر کریں تو مقدمہ مولانا مفتی محمود مسجد میں خطاب کریں تو وارنٹ گرفتاری اور دیگر رہنماؤں کی گرفتاریاں محض اس لیے کہ انہوں نے دفتر میں کارکنوں سے خطاب کر کے جمہوریت کے منہ پہ طمانچہ مارا ہے۔ مگر بھٹو صاحب عام جلسوں جلوسوں اور اجتماعات سے خطاب کریں تو جمہوریت کی بے داغ پیشانی پر کوئی بل نہیں اور جمہوریت کے ماتھے پر کوئی شکن نہیں۔ مسٹر بھٹو کی اس عوامی جمہوریت کے دور میں کونسا ایسا رہنما ہے جو پابند سلاسل نہ ہوا ہو۔ اور اس آمرانہ حکومت کی چیرہ دستیوں کا شکار نہ بنا ہو۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ آمریت کی بنیادیں ہمیشہ کھوکھلی اور متزلزل ہوتی ہیں۔ آمریت کے پاؤں چوبیں ہوتے ہیں اور "پائے چوبیں سخت بے تمکین بود" ایک معلوم حقیقت ہے

آمریت کا محل ہمیشہ ریت کا تودہ ثابت ہوا۔ آمر وقت جس حصار کو اپنے لیے آہنی حصار سمجھتا ہے وہ دراصل شیشے کا محل اور کاشانۂ عنکبوت ہوتا ہے۔ آمر وقت صرف خوشامد چاپلوس اور تملق بازی کی بیساکھیوں کے سہارے کھڑا رہتا ہے۔ کاش ہمارے دور کے موجودہ آمر دور گذشتہ کے آمروں کے انجام سے عبرت حاصل کریں۔ قوم کی گاڑی کو آمریت کی دلدل میں پھنسانے اور پگڈنڈیوں پر چلانے کی بجائے حقیقی جمہوریت کی صاف اور کشادہ راہ پر چلانے کی کوشش کریں۔ حزب اختلاف کے عظیم رہنماؤں کے بیانات کو ٹھنڈے دل سے سنیں اور ان پر عمل کریں۔ مخالفت برائے مخالفت کی راہ کو خیرباد کہہ کر مفاہمت کی راہ اختیار کریں۔ مگر محسوس ایسا ہوتا ہے کہ اقتدار کے نشے نے ان کی آنکھیں بند کر دی ہیں ان کے کان بہرے اور ان کے دل حقیقت تک پہنچنے سے عاری۔

مجھے یہ ڈر ہے دلِ زندہ تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

یقیناً غیر جانبدار سیاسی مبصرین اور جمہوریت کے حقیقی خیر خواہ یہ سوچنے میں حق بجانب ہیں کہ اگر ملک اسی ڈگر پر چلتا رہا جس پر عوامی حکومت اسے لیے جا رہی ہے تو عین ممکن ہے کہ مشرقی پاکستان کے حالات پھر سے دہرائے جائیں۔ ہر طرف ہی لاقانونیت کا دور دورہ، نہ جان محفوظ نہ مال نہ عزت۔ ہر شخص پریشان، ہر فرد مضطرب محض دعاوی محض نعرے، محض بیانات اور محض تعلیاں، پاکستان کو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں لا کر کھڑا نہیں کر سکتیں۔ اس کے لیے حقیقی جمہوریت کی بحالی شرط اوّل ہے۔ یقیناً موجودہ حکمران ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات کی راہ سے عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ کہ ملک اب اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ ملک اب ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ ملک کی خارجہ پالیسی بہت بہتر ہے۔ ملک کے دوستوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ہم نے بہت سے وعدے پورے کر دیئے ہیں۔ باقی پورے کر دیئے جائیں گے۔ مگر ایک معمولی شد بد رکھنے والا شخص بھی بخوبی جانتا ہے کہ حکومت ان دعووں میں کہاں تک سچی ہے۔ قدم قدم پر ان دعووں کی تکذیب کے مناظر موجود ہیں۔ لیکن گردن زدنی حزب اختلاف کے رہنما، مجرم عوامی حکومت کی غلط روی کی نشان دہی کرنے والے۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا
اکرام القادری

بقیہ تیل کا بحران

نوعمر مملکتوں کو بہت سے پیچیدہ مسائل حل کرنے ہوں گے۔ سب سے پہلے انھیں اپنے وسائل قوت کو مغربی اجارہ داریوں سے بچانا ہو گا۔ اور عالمی سرمایہ داری تجارت میں آزادی اور مساوات حاصل کرنی ہو گی۔

یہی وہ چیز ہے ایشیائی ممالک جس کے خواہشمند ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے اہم ضرورت قومی پاور انجینئرنگ کو جلد از جلد ترقی دینا اور اسے جدید ترین بنانا ہے۔ بھارت، بنگلہ دیش برما، سری لنکا، پاکستان اور متعدد دوسرے ممالک معدنی کوئلہ، تیل اور گیس کی تلاش اور ترقی کے کام پر بہت زیادہ توجہ دے رہے ہیں اور تمازت آفتاب، سمندری تموج اور ایٹمی طاقت سے کام لینے کے امکانات کا جائزہ لے رہے ہیں۔

اس پالیسی کے امکانات خاصے روشن ہیں ایشیا اور مشرق بعید کے اقوام متحدہ کے اقتصادی سماجی کمیشن کے مطابق یہ خطہ بڑے وسیع وسائل قوت رکھتا ہے۔ بہر کیف یہ نوعمر ایشیائی ممالک غیر ملکی اجارہ داریوں کی ہٹ دھرم مزاحمت سے مقابلہ کر رہی ہے۔ تیسری دنیا کا ایشیائی علاقہ سب سے بڑا علاقہ تھا۔ جہاں تیل کے کاروباریوں کا دور دورہ تھا۔ غیر ملکی اجارہ داریاں نہ صرف تیل نکالتی تھیں بلکہ تیل اور اس کی مصنوعات کی تجارت بھی انہی کے ہاتھ میں تھی۔ اسطرح ہر سال ایشیائی ممالک کو سامراجی اجارہ داریوں کو لاکھوں کروڑوں ڈالر کی زائد ادائیگی کرنی پڑتی تھی۔ جسے خود اپنی معیشت کی ترقی پر خرچ کر سکتے تھے۔

تیل کے حالیہ بحران کے سبب یہ اجارہ داریاں تیل کی پیداوار کے نئے علاقے حاصل کرنے کیلئے دوڑ دھوپ کر رہی ہیں۔ ان کی سرگرمیاں کی ایک مثال ہندچینی کے کئی ممالک میں تیل کی تلاش کی جدوجہد ہے۔ تاہم سامراجی توسیع پسندی نوعمر ممالک... کی بڑھتی ہوئی مزاحمت سے اکثر دوچار ہوتی رہتی ہے۔ برما نے اسی لیے غیر ملکی کمپنیوں کے تیل نکالنے، صاف کرنے اور تیل اور اس کی مصنوعات کو فروخت کرنے پر پابندی لگا کر ان کی اجارہ داری حتمی طور پر ختم کر دی ہے۔ اسی طرح سری لنکا میں بھی ایک قومی تیل کمپنی بڑی خوش اسلوبی سے کاروبار چلا رہی ہے۔

ایسے ہی اقدامات کے منصوبے بعض دوسرے ایشیائی ممالک میں بھی بنائے جا رہے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ صرف ریاستی شعبہ ہی سامراجی اجارہ داریوں کی من مانی کا موثر توڑ ہے۔ اور قومی وسائل پاور انجینئرنگ کی ترقی کی ضمانت دیتا ہے۔

بقیہ بعثتِ نبویؐ

اس حد تک آگے بڑھی کہ سامراج اور اس کے اتحادی متفکر نظر آنے لگے کہ اگر یہ طبقہ اسی تیزی سے منزل کی طرف رواں دواں رہا تو وہ وقت دور نہیں جب سامراج اور اس کے حلیفوں کو پاکستان سے دیس نکالا لینے پر مجبور ہونا پڑے گا۔

آج علما کی رہنمائی میں اگر نوجوان طلبا کا شعور پختہ اور نگاہ بلند ہو جاتے تو ملک میں اسلام کے خلاف ہونے والی ہر سازش سے نوجوان آسانی سے نمٹ سکتے ہیں۔ خدا کا وعدہ پورا ہونے کے لیے ہے: اس کا دین غالب اور اس کی قوت لامحدود

ان اندھیروں سے کہو اپنا ٹھکانہ کر لو
ہم نے عزم سے بنیاد سحر رکھیں گے

بعثتِ نبویؐ اور دو بڑی طاقتیں

مولانا سعید احمد رامپوری

سیاسی افراتفری اور انتشار کا یہ دَور اہل حق کے لیے کڑی آزمائش کا دور ہے۔ سیاسیات کی ابجد تک سے ناواقف بزعم خویش سیاسی زعما بنے پھرتے ہیں۔ دین کی مبادیات نہ جاننے والے مسند نشین علم و فضل ہیں۔ دین و سیاست تو بازیچۂ اطفال بنایا ہوا ہے۔ گو اس تاریکی اور شب یلدا میں قافلہ حق کے راہ رو مشعل حق ہاتھ میں لیے مساجد کی چار دیواری ہی میں نہیں بلکہ کوچہ و بازار میں سرگرداں ہیں اور ہر گم گشتہ راہ کو راہِ صواب دکھلانے کے لیے کوشاں و ساعی ہیں، لیکن امت کا ایک معتدبہ حصہ روگردانی، خود رائی اور بے راہ روی کی پُرخطر اور پُرپیچ راہ پر گامزن ہے۔ حتیٰ کہ بعض دینی اقدار بلند کرنے کا نعرہ لگانے والی جماعتیں بھی یا تو اسلامی انقلاب برپا ہونے سے مایوس ہیں۔ یا اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لیے اس منفی راہ سے سوچتی ہیں کہ جب تک دو بازوؤں میں منقسم دنیا کے کسی ایک بازو سے معاونت نہ حاصل کی جائے اسلامی انقلاب کی راہ ہموار نہیں ہوسکتی خصوصاً مذکورہ جماعتیں اس غلط فہمی یا خوش فہمی کا شکار ہیں کہ یورپین سامراجی بلاک اسلام کے حق میں خیر خواہانہ جذبات رکھتا ہے۔

آج کے سیاسی حالات کا تقابل اگر بعثتِ نبویؐ کے دور سے کیا جائے تو نہایت آسانی سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ اس وقت بھی دنیا دو طاقتوں یا دو بلاکوں میں بٹی ہوئی تھی۔ مغربی بلاک قیصر کے زیرنگیں تھا اور مشرقی دنیا پر کسریٰ فارس حاکم تھا۔ پوری دنیا کی سیاست انہی دو محوروں کے گرد گھوم رہی تھی۔ اہلِ مذاہب اور قبائلی دنیا کو کسی نہ کسی صورت میں ان محوروں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا لازم تھا۔ دلچسپ یہ کہ ایک بلاک آتش پرست مجوسی اور دوسرا نصرانی تھا۔ مذکورہ بلاکوں کو موجودہ دنیا میں دو بازوئے منحرف قرار دینا غلط نہ ہوگا۔ اس طرح سے باہمی منافرت و مسابقت زوروں پر تھی اور دُکھی انسانیت چکی کے ان دو پاٹوں کے درمیان کراہ رہی تھی۔ ان حالات میں تڑپتی ہوئی انسانیت پر رحم فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے رحمۃ اللعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسا نظام دے کر بھیجا جو ستم رسید انسانوں کے لیے درماں ثابت ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیغمبرانہ بصیرت سے ماحول کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے خدائے برتر سے دُعا کی کہ ہر باطل نظام کو بیخ وبُن سے اُکھاڑ کر پھینک دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش خبری دیتے ہوئے فرمایا:

کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی انّ اللہ قوی عزیز ؕ

یقیناً خدا اور اس کے رسول ہی (باطل نظام کے مقابلے میں) کامیاب ہوں گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ قوی و غالب ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مٹھی بھر جانثاروں کو لے کر بڑھے اور دیکھتے ہی دیکھتے باطل نظام کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر دیں۔ پروانگانِ شمعِ رسالت کی جاں سپاری سے تاریخ کے اوراق اٹے پڑے ہیں۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمانؓ کی شہادت کی افواہ اڑی۔ آپ نے شہادتِ عثمانؓ کا بدلہ لینے کا ارادہ فرمایا۔ آپ کے اشارۂ ابرو پر چودہ سو صحابہ بیعت جہاد کے لیے بیتاب ہوگئے۔ کفار مکہ نے محسوس کیا کہ عزیمت و شجاعت کے پیکر کفن بردوش میدان میں ہیں تو مقابلہ کی بجائے مفاہمت پر آمادہ ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شرائط صلح کی نرمی پر فداکاروں میں کرب و اضطراب کے آثار نمایاں ہوتے تو خدائے کریم کی طرف سے ان الفاظ میں مُژدہ جاں کیف سنایا گیا:

انا فتحنا لک فتحا مُبینا

حدیبیہ سے واپسی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام چھوٹی چھوٹی منافقانہ قوتوں کو راہ سے ہٹایا۔

آج بھی استحصالی قوتوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے ہمیں اسی راہ کی طرف گامزن ہونا پڑے گا جس راہ پر رسول رحمت نے اپنے فداکار صحابہ کو کیا تھا وہی عزم وہی حوصلہ وہی ہمت آج بھی درکار ہے جس کی بدولت عرب کے چرواہے قیصر و کسریٰ کے تخت کے مالک بن گئے۔ بخصوصاً نوجوان نسل اگر مغربی نظام سے مرعوب ہونے کی بجائے اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد کرے تو آج بھی چودہ سو سال پہلے والے خلافت راشدہ کے نظام کی برکات سے بہرہ ور ہوسکتے ہیں۔ لیکن اس کے لیے تنظیم، ضبط اور حوصلہ بُنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ نوجوان نسل اگر آج سامراجی قوتوں کے سامنے مجتمع ہو کر سینہ سپر ہوجائے تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں زیر نہیں کرسکتی۔

تحریک پاکستان میں کامیابی کے بعد وہ لوگ برسر اقتدار آئے جنہوں نے حریت پسند مجاہدین کے قتل و غارت گری کے صلے میں جاگیریں حاصل کی تھیں۔ ملکی معیشت و سیاست سنبھالا دینے کی بجائے اقتدار کی رسہ کشی میں مصروف اور سامراج کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے رہے۔ حالات اس حد تک ابتر ہوتے کہ اسلام کے علمبردار بھی کسی نہ کسی حیثیت سے سامراج سے متاثر ہوتے گئے۔

اس دورِ انفعالیت میں جمعیۃ علماء اسلام نے آگے بڑھ کر اسلام دوست اور دین دار لوگوں کی قیادت اپنے ہاتھ میں لی اور تازہ عزم کے ساتھ آگے بڑھی۔

مفکر اسلام مولانا مفتی محمود کی ولولہ انگیز قیادت میں

بقیہ ص ۵۰

جواہرات

ارشادات حضرت حسن بصریؒ

ترجمہ و تلخیص: زاہد الراشد

عادل حکمرانؒ

مظلوم کا انتقام

کمزور کی قوت

اور دہشت زدہ کی پناہ گاہ

موجودہ حکمرانوں کے لیے زبردست انتباہ !!

امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ جب سریر آرائے خلافت ہوئے تو حضرت حسن بصریؒ کی طرف پیغام بھیجا کہ مجھے عادل حکمران کے اوصاف تحریر کر کے ارسال فرمائیں تاکہ میں ان کے مطابق اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکوں۔ حضرت حسن بصریؒ نے جواب میں ایک مفصل خط تحریر فرمایا، جس میں آپ نے عادل حکمران کے اوصاف اور اس کی ذمہ داریوں سے امیر المؤمنین کو آگاہ کیا۔ آپ نے لکھا:

یا امیر المؤمنین !

اللہ تعالیٰ نے عادل حکمران کو گرنے والے کو قائم کرنے والا، ظالم کو سیدھا کرنے والا، فسادی کی اصلاح کرنے والا، کمزور کی قوت، مظلوم کا انتقام اور خوفزدہ کے لیے پناہ گاہ بنایا ہے۔

یا امیر المؤمنین ! عادل حکمران کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شفیق چرواہا جو اپنے کمزور اونٹوں کے لیے اچھی اچھی چراگاہیں تلاش کرتا ہے۔ انہیں مہلک چیز سے روکتا ہے۔ درندوں سے ان کی حفاظت کرتا ہے اور سردی گرمی کی اذیت سے انہیں محفوظ رکھتا ہے۔

یا امیر المؤمنین ! عادل حکمران ایک شفیق باپ کی مانند ہے جو اپنے چھوٹے بچوں کی پرورش کے لیے محنت کرتا ہے اور جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں تو انہیں تعلیم دیتا ہے۔ اپنی زندگی میں ان کے لیے کمائی کرتا ہے اور اپنی موت کے بعد کے لیے بھی ان کی خاطر پس انداز کرتا ہے۔

یا امیر المؤمنین ! عادل حکمران کی مثال اس ماں کی سی ہے جو اپنے بچے پر انتہائی شفیق، نرم دل اور ہر وقت اس کو اپنے ساتھ رکھنے والی ہے جس نے اس بچے کو تکلیف کے ساتھ پیٹ میں اٹھایا اور تکلیف کے ساتھ جنا۔ اس کے بچپن میں اس کی پرورش کی، اس کے جاگنے پر وہ جاگتی رہی اور اس کے سکون پر وہ بھی سکون پاتی ہے۔ کبھی اس کو دودھ پلاتی ہے کبھی چھڑا دیتی ہے۔ اس کے آرام پر خوش ہوتی ہے اور اس کی تکلیف پر غمزدہ۔

یا امیر المؤمنین ! عادل حکمران اس شخص جیسا ہے جسے کسی شخص نے مرتے وقت اپنے پیچھے یتیم رہ جانے والے بچوں کا نگران اور ان کے مال کا امین مقرر کیا ہو وہ ان کی بچپن میں پرورش کرتا ہے اور جب بڑے ہو جاتے ہیں تب بھی ان کے لیے محنت کرتا ہے۔

یا امیر المؤمنین ! عادل حکمران کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص کی پسلیوں کے درمیان دل ہوتا ہے اس کے صحیح ہونے پر سارے اعضاء صحیح ہوتے ہیں اور اس کے خراب ہونے پر باقی اعضاء بھی خراب ہو جاتے ہیں۔

یا امیر المؤمنین ! عادل حکمران اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان کھڑا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام سنتا ہے اور لوگوں کو سناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھتا ہے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی تجلیات و احکام دکھاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں جھکتا ہے اور لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں۔

یا امیر المؤمنین ! آپ اس ریاست میں جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہے اس غلام کی طرح نہ ہو جسے مالک نے امین بنایا اور اپنے مال کا محافظ مقرر کیا، لیکن اس نے مال کو بکھیر دیا اور گھر والوں کو بھگا دیا۔ اپنے مالک کو فقیر کر دیا اور اس کے مال کو منتشر کر د

یا امیر المؤمنین ! آپ کو معلوم ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ نے حدود (شرعی سزائیں) اس لیے نازل کی ہیں تاکہ ان کے ذریعہ لوگوں کو گناہوں اور بے حی سے روکا جاسکے۔ پھر کیا حال ہوگا اگر ان گناہوں ارتکاب وہی شخص کرنے لگے جو حدود کے نفاذ ذمہ دار ہے اور اللہ تعالیٰ نے "قصاص" کا حکم اس نازل کیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں کی زندگیاں مح ہو جائیں۔ پھر کیا حال ہوگا اگر لوگوں کے لیے قصا لینے والا (حاکم) خود ہی قتل کرنے لگ جائے۔

یا امیر المؤمنین ! موت کو یاد کریں اور اس کے بعد پیش آنے والے حالات کو ذہن میں لائیں جب آپ کے حمائتی کم ہوں گے اور مددگار تھوڑے ہوں گ پس آپ اس وقت کے لیے زادِ راہ تیار کر لیں اور اس کے بعد پیش آنے والے سب سے بڑے خوفناک کے لیے بھی توشہ تیار رکھیں۔

یا امیر المؤمنین ! یاد رکھیں آپ کے اس دنیا کے گھر کے سوا ایک اور گھر بھی ہے جس میں آپ کا قیام طویل ہوگا اور آپ کے دوست آپ سے جدا ہو جائیں گے وہ آپ کو ایک گڑھے میں تن تنہا چھوڑ جائیں گے۔ پس آپ ایسا سامان تیار کریں جو اس دن آپ کا ساتھی بن سکے جس روز آدمی اپنے بھائی سے، ماں سے، باپ سے، بیوی سے اور اولاد سے دور بھاگے گا۔

یا امیر المؤمنین ! یاد کریں اس وقت کو جب تمام لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور دلوں کے راز ظاہر کر دیئے جائیں گے۔ پھر تمام راز آشکارا

اقوالِ محمود کا ایک ورق

اختر کاشمیری

○ "اسلامی ممالک جب تک اسلام اور ملک و ملت کی حفاظت کے لیے قربانیاں نہیں دیں گے دشمن ان کو معاف نہیں کرے گا۔"

○ "اسلام کی تاریخ میں آج تک کبھی نہیں سنا گیا کہ کوئی آدمی مجرم کی حیثیت سے عدالت میں اس لیے پیش کیا گیا ہو کہ اس نے دوسرا نکاح کیوں کیا ہے؟"

○ "اسلام نے روحانیات والٰہیات سے لے کر عمرانیات، معاشیات، اقتصادیات، سیاسیات اور اعتقادیات تک انسانیت کو ایک ایسی جامع تعلیم دی ہے کہ زمانے کے مختلف ادوار اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتے۔"!

○ "اسلام کی تاریخ میں عورتوں اور مردوں کے حقوق پر کبھی جنگ نہیں ہوئی۔"!

○ "اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور زندگی کے اس نے جو جامع اصول عطا کیے ہیں ملت اسلامیہ کو ان پر ناز ہے۔"

○ "اسلام کے ہر دور میں ایک جماعت کے لیے قرن اول کے مسلمانوں کے اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے۔"

○ "اسلامی نظام رائج ہو تو ناجائز ذرائع سے حاصل کردہ صنعتوں اور کارخانوں میں مزدوروں کے جائز حقوق متعین کیے جا سکتے ہیں۔"

○ "اسلامی تعلیمات پر صحیح معنوں میں عمل کیا جاتے تو پاکستان کے عوام کے مسائل حل ہو سکتے ہیں اور انہیں سوشلزم اور کمیونزم میں پناہ ڈھونڈنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔"

○ "اسلام میں تمام انسانوں کے مسائل کا حل موجود ہے اور اس مقصد کے لیے سوشلزم یا مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کی طرف جھکنے کی ضرورت نہیں۔"

○ "اسلام نے عدل و انصاف اور اخوت و مساوات کا ایک ایسا نمونہ پیش کیا ہے کہ دنیا کا کوئی نظام اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔"

○ "اسلام میں نہ سوشلزم کی گنجائش ہے نہ سرمایہ داری۔"

"اسلام جس اخلاقی بلندی کا علمبردار ہے وہ نہ سرمایہ دارانہ نظام میں ہے نہ سوشلزم میں۔"

○ "اسلام میں کاشتکاروں کے حقوق کا پورا تحفظ موجود ہے۔"

○ "اسلام انسان کو ایک نہایت مستحکم اور غیر متزلزل عقیدے اور یقین سے سرشار کر دیتا ہے۔"

○ "اگر علماء دین اس وقت بھی خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے اور وقت کے تقاضوں کو نظر انداز کر دیا تو ان کا وجود مٹ جائے گا۔"

"انگریز کی غلامی کے عوض حاصل کردہ زمینیں غیر اسلامی ملکیت ہیں۔"

"امریکی سامراج دنیا کے ستر کروڑ مسلمانوں کا دشمن ہے جب تک اس سامراج کا جنازہ بحیرۂ روم میں غرق نہیں کیا جاتا اس وقت تک نہ صرف پاکستان بلکہ پورے عالمِ اسلام کے مسائل حل نہ ہوں گے۔"

"اگر کوئی شخص لینن اور مارکس کے نظریات کو اسلامی سوشلزم کا نام دیتا ہے تو وہ میرے نزدیک اسلامی تعلیمات کی تکذیب کرتا ہے۔"

"بی ڈی کے چند ممبروں کے ووٹوں کے ذریعے جو حکومت برسر اقتدار آئے گی وہ نمائندہ حکومت نہیں کہلا سکتی۔"

"بھٹو صاحب اگر میرے صوبے میں آئیں تو اٹک کے اس طرف ان کو شراب نہیں ملے گی، کیونکہ یہاں شراب کو حرام قرار دیا ہے۔"

"پاکستان کا سب سے بنیادی مسئلہ پاکستان میں اس نظام کو قائم کرنا ہے جس کے لیے پاکستان وجود میں آیا ہے۔"

"ترقی کرنے والی قومیں جشن نہیں منایا کرتیں بلکہ اپنی کوتاہیوں کی فہرست بنا کر ان کا ازالہ کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔"

"ٹانگیں توڑنے کی باتیں کرنے والے ملک کو دولخت کرنا چاہتے ہیں۔"

"ثواب و عذاب کا احساس بھی بذاتِ خود ایک نیکی ہے۔"

"جس قوم کا قائد ریل کے اوّل درجہ میں سفر کرتا ہے اسے یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ تیسرے درجے میں سفر کرنے والے مسافروں کی مشکلات کیا ہیں؟"

"حاکمیت عوام اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔"

"خاندانی منصوبہ بندی سے فحاشی کے سوا اور کسی قسم کا فائدہ حاصل نہیں ہوا۔"

"دین اسلام صحابہ کرام کی کاوشوں اور قربانیوں کے ذریعہ ہم تک پہونچا ہے۔ اس میں کسی کو تحریف کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔"

"دیوانی مقننہ نے تو آپ کو دیوانہ کر دیا ہے، آپ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ اسلام ہی ہر برائی کو مٹا سکتا ہے۔"

"ذکر الٰہی سے انسان کا سینہ روشن ہوتا ہے اور فکر و نظر کو جلا ملتی ہے۔"

"روس کے منافقانہ کردار سے مسلمان ملک لادینیت کے فریب سے اب محفوظ ہو جائیں گے۔"

"زمیندار مزارعین کے خون پسینہ پر جس طرح عیش اڑاتے ہیں اس پر انسانیت کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔"

"سی آئی ڈی کی تمام چالاکیوں کا محور سیاسی مخالفین ہوا کرتے ہیں۔"

"شادی کمیشن میں بر خود غلط مقلدین یورپ نے مجتہدین بن کر ایسے ایسے مسائل کا استنباط فرمایا ہے کہ فطرت سلیمہ ان کے سننے سے ابا کرتی ہے۔"

"صدر بھٹو کو منتخب حکومت کو برطرف کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ بلوچستان میں اس غیر آئینی اقدام کے خلاف بطور احتجاج میں نے وزارت سے

مسٹر بھٹو کا دورۂ پنجاب

ایک تجزیہ ایک تبصرہ

نورالحق قریشی

مسٹر بھٹو کے پنجاب میں ورود سے متعلق مختلف حلقوں میں متضاد قسم کی چہ مگوئیاں ہو رہی ہیں۔ پیپلز پارٹی والے اسے انتہائی کامیاب دورہ قرار دے رہے ہیں۔ جب کہ حزبِ مخالف اسے ناکام دورہ قرار دے رہی ہے۔ اگر غیر جانب دارانہ طور پر مسٹر بھٹو کی مختلف تقاریر، لب و لہجہ اور اندازِ بیان کو سامنے رکھا جائے تو دورے کی کامیابی و ناکامی کا صحیح اندازہ کیا جا سکے گا۔

عام پاکستانی کا اندازہ یہ تھا کہ مسٹر بھٹو کافی عرصہ کے بعد یعنی اقتدار پر فائز ہونے کے بعد پہلی مرتبہ اپنے عوام سے ملنے اور براہِ راست رابطہ قائم کرنے کے لیے پنجاب تشریف لا رہے ہیں اس لیے وہ اسی طرح سے ملیں گے۔ جس طرح اقتدار پر فائز ہونے سے قبل عام جلسوں میں ملا کرتے تھے۔ جہاں تک حفاظتی اقدامات کا تعلق ہے عوام کا خیال تھا کہ بے شک حکومت کے سربراہ کی حیثیت سے پولیس وغیرہ ساتھ ہوگی۔ مگر یہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ ضرورت سے زیادہ اور زبردست حفاظتی اقدامات کے گھیرے میں رہیں گے اور عوام سے گھل مل نہیں سکیں گے مسٹر بھٹو نے اپنے دورے کے لیے ایسے وقت کا انتخاب کیا تھا کہ جب قادیانیوں کا مسئلہ خوش اسلوبی کے ساتھ طے پا چکا تھا۔ انہیں امید تھی کہ عوام اس مسئلے پر ان کے ساتھ جذباتی ہم آہنگی اختیار کرتے ہوئے انہیں یقیناً خراجِ تحسین پیش کریں گے۔ نیز ہو سکتا ہے مسٹر بھٹو یا پیپلز پارٹی کو یہ بھی توقع ہو کہ قادیانی مسئلہ کے حل کے بعد جب وہ پنجاب کے دورے پر تشریف لائیں گے تو عوام کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ ان کے استقبال کے لیے ہر جگہ موجود ہوں گے۔ یہ اور اس قسم کی بہت سی توقعات پیپلز پارٹی کے اس دورے سے لوگوں نے وابستہ کی ہوئی تھیں بعض فریب خوردہ لوگ تین سال قبل کے بھٹو کو دیکھنے کے لیے آئے کہ وہ جو "ساڈا بھٹو آوے آوے" کے نعرے لگاتے تھے۔ اب ان کا بھٹو برسرِ اقتدار آنے کے بعد کیسا لگتا ہے۔

یہ اور اسی قسم کی دیگر توقعات ہم مسٹر بھٹو، انکی تقریروں اور واقعات و مشاہدات کی روشنی میں قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اس سے قارئین اندازہ کر لیں کہ دورہ پنجاب کے سلسلے میں بہاولپور کا دورہ کس حد تک کامیاب رہا۔

۱۔ مسٹر بھٹو نے پنجاب کے دورے کی ابتدا اپنے خصوصی ہیلی کاپٹر کے ذریعے لاہور میں مینار پاکستان پر آئے اور استقبالیہ ہجوم کے ذریعے کی، ابتدائی خبروں میں عوام کو یہ باور کرایا گیا کہ مسٹر بھٹو کھلی جیپ میں سڑکوں پر سے گذریں گے اور عوام کا شکریہ ہاتھ ہلا ہلا کر اپنے مخصوص انداز میں ادا کریں گے۔ مگر روزنامہ نوائے وقت لاہور کی رپورٹ کے مطابق مینار پاکستان پر سکول کے بچوں اور بچیوں کی کافی تعداد موجود تھی۔ خاص لوگوں کو قطاروں میں سلام کہنے کے لیے کھڑا کیا گیا تھا۔ ایک فوٹو رقص کرنیوالی پارٹی کا بھی دکھایا گیا۔ پھر ایک جیپ پر سرکاری پرچم لہرا رہا تھا، کہ شاید قائدِ عوام جو یہ کہہ کر اچانک عوام کے پاس آ جاتے تھے کہ ان کے اور عوام کے درمیان تمام رکاوٹیں دور کر دی جائیں شاید عوام سے سابقہ روایات کے مطابق ملیں۔ غریبوں، مزدوروں، کسانوں، محنت کشوں اور طالب علموں کا بھٹو مینار پاکستان سے کھلی جیپ میں سوار ہونے کی بجائے ایک بند کار میں پچاس ساٹھ میل کی رفتار سے صرف بیس منٹ میں گورنر ہاؤس پہنچ گیا۔ یہ پہلا دھچکہ زندہ دلان لاہور کو لگا۔ جنہوں نے بھٹو سے اس قدر پیار کیا تھا کہ انہوں نے ملتِ اسلامیہ کے بہت بڑے محسن علامہ اقبالؒ کی روح کو ناراض کر لیا اور ان کے فرزند ڈاکٹر جاوید اقبال کو بھٹو کے مقابلے میں قبول نہ کیا اور بھٹو کو اپنی آنکھوں میں بسایا۔ مگر اب عوامی بھٹو وزیرِ اعظم بھٹو کے قالب میں ڈھل چکا تھا۔ اس لیے وہ اس کی "موہنی صورت" کو دیکھنے تک سے محروم رہے۔ مگر یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آئی کہ عوام سے پیار کرنے والا بھٹو نوکر شاہی کے پھندے اور زبردست حفاظتی پہرے میں کس طرح اور کیوں جکڑ لیا گیا۔ وہ کون سے ظالم ہاتھ ہیں جنہوں نے ان کے بھٹو کو چھین کر دوسروں کے حوالے کر دیا۔

۲۔ مسٹر بھٹو نے اپنی ہر تقریر میں بعض باتوں کا التزام کے ساتھ ذکر کیا، مثلاً اپنے سہ سالہ دورِ حکومت کے شاندار کارناموں کی تفصیل بیان کی انہوں نے بتایا کہ انہوں نے ملکی اور بین الاقوامی طور پر کس طرح پاکستان کے نام کو "روشن" کیا، اتحادِ ملی کے لیے انہوں نے اسلامی کانفرنس منعقد کی لیکن لوگ پوچھتے تھے کہ ساری اسلامی دنیا کو متحد کرنے والے نے پاکستان کے ایک حصے کی علیحدگی پر مہرِ تصدیق کیوں ثبت کر دی۔ غریبوں کے پاکستان کو کیوں مہنگا اور گراں کر دیا۔ شریفوں کے پاکستان پر غنڈے، سمگلر ذخیرہ اندوز۔ چور۔ اُچکے اور بدمعاش کیوں چھا گئے۔ اور مسٹر بھٹو کو یہ اعتراف کھلے جلسہ میں کیوں کرنا پڑا کہ ان کی پارٹی میں چور اُچکے اور بدمعاش گھس آئے ہیں۔ غریبوں کے حامی بھٹو کے عہد میں غریب کیوں پس رہے ہیں مزارعین کی زندگی دوبھر کیوں ہو چکی ہے۔ طالب علم کیوں نالاں ہیں۔ تین سالہ شاندار عہد میں ضروریاتِ زندگی روزمرہ کی اشیا، کیوں ناپید ہو گئیں۔ چیزوں کے بھاؤ آسمان سے کیوں باتیں کرنے لگے۔

۳۔ مسٹر بھٹو نے اپنی ہر تقریر میں خان عبدالولی خان اور ان کی جماعت نیشنل عوامی پارٹی کا ذکر کیا اس طرح انہوں نے پنجاب میں ولی خان کی آمد کے لیے راستہ صاف کر دیا ہے۔ عوام اب یہ سمجھنے لگے ہیں کہ ولی خان کوئی بڑی چیز ہے جبھی تو ان کا عوامی بھٹو جو امریکہ، روس اور بھارت

سے نہیں ڈرتا ولی خان سے ڈرتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم مسٹر بھٹو کو بہادر سمجھ کر اس کے ساتھ لگے تھے اب اگر کوئی ماں کا لال اور پیدا ہو چکا ہے تو اسے ڈھونڈا جائے وہ کون ہے پنجاب کے لوگ پہلے مارشل اصغر خان کو بھٹو کا جانشین سمجھتے تھے لیکن مسٹر بھٹو نے اپنے اس دورے میں بتا دیا ہے کہ اصغر خان کی جگہ ولی خان بہترین آدمی ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ مسٹر بھٹو پنجاب کی نفسیات کے ماہر ہیں لیکن ہمیں بڑی مایوسی ہوئی وہ سمجھتے ہیں کہ پنجاب میں خان قیوم کی طرح مفتی محمود اور ولی خان کے خلاف ملک دشمن، کانگرسی اور اس قسم کے دوسرے الزامات لگائے جائیں تو پنجابی بڑے خوش ہوتے ہیں لیکن وہ نہیں سمجھ سکے کہ پنجاب کی فطرت یہ ہے کہ یہاں جس کی زیادہ مخالفت کی جائے لوگ اسے اتنا ہی زیادہ پسندیدہ نظروں سے دیکھتے ہیں خود مسٹر بھٹو کی اپنی مثال سامنے رکھئے کہ پنجاب میں ان کی سب سے زیادہ مخالفت ہوئی اور پنجاب ہی نے انہیں اپنے صوبہ سندھ سے ہی نہیں بلکہ پورے ملک سے زیادہ یہاں پذیرائی بخشی۔ کانگرسی یا اسی قسم کے دوسرے القاب تو فرسودہ ہو چکے ہیں۔ مسٹر بھٹو کو اسلام کا دشمن، کافر تک کہا گیا اور فتویٰ تک شائع کیا گیا لیکن مسٹر بھٹو اس کے باوجود کامیاب ہوئے۔ اب مسٹر بھٹو نے ولی خان کے لیے راستہ صاف کر دیا ہے اور ولی خان کو اپنے اس حریف کی مہربانی کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔

۴۔ مسٹر بھٹو نے مختلف مقامات بہاول نگر چشتیاں، بہاولپور، رحیم یار خاں، صادق آباد وغیرہ میں کارخانے لگانے اور ملیں قائم کرنے کے مژدے سنائے۔ کیا کسی جمہوری ملک میں صنعتیں لگانے کا اعلان فرد واحد عام جلسوں میں کرتا ہے یا پارلیمنٹ یا صوبائی حکومتیں کرتی ہیں۔ کیا عام جلسوں میں یہ اعلان کہ میں چشتیاں والوں کو ایک کارخانہ دیتا ہوں، بہاول نگر کو ایک کارخانہ دیتا ہوں، صوبائی حکومت اور اسمبلی کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ نہیں ہے کہ دیکھو میں تمہیں کارخانے دے رہا ہوں یہ تو بس ویسے ہی خالی جگہوں کو پُر کر رہے ہیں یا پھر ایک شہنشاہ معظم اپنی رعایا پر از حد مہربان ہو تو کسی کو جاگیر بخش دے۔ کسی علاقے کا آبیانہ معاف کر دے جیسا مسٹر بھٹو نے چولستان میں اونٹ ٹیکس معاف کیا، سرحد میں عشر اور بلوچستان میں شِشک کو معاف کیا۔ اس قسم کے اعلانات مطلق العنان بادشاہوں کے عہد میں تاریخ کے ہر دور میں ہوتے رہے ہیں۔ جمہوری حکومتوں میں کہیں ایسا نہیں ہوتا کہ ملک کا وزیر اعظم ضلع اور تحصیل میں کارخانے لگانے کے اعلانات کرتا پھرے۔ اور پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ کارخانے اور ملیں لگانے کے ثمرے پیپلز پارٹی کے باقی ماندہ "محرومین" کے حصے میں نہیں آئیں گے نیز بے روزگاری کے خاتمے کے لیے کیا روزگار حاصل کرنے والوں کے لیے پیپلز پارٹی کا "فارم رکنیت" پُر کرنا لازمی نہیں ہو گا یا بیروزگاری دور کرنے کے لیے علاقہ کے ایم، این، اے۔ ایم پی اے یا چیئرمین پیپلز پارٹی کی طرف سے "تصدیقی سرٹیفیکیٹ" ضروری نہیں ہوں گے۔

۵۔ مسٹر بھٹو نے بہاولپور کے جلسہ عام اور پھر ۹ اور ۱۰ نومبر کے جلسوں میں قادیانی مسئلے پر کھل کر بات کی کہ وہ اور ان کی پارٹی اسلام کی زبردست خدمت کرنے کے لیے بے چین رہتے ہیں اسلیے انہوں نے قادیانی مسئلہ حل کیا۔ مخالفین کے دباؤ کے بارے میں انہوں نے کہا کہ وہ تو مادہ ککڑ (مرغی) اور ٹیبن کی جماعتیں ہیں۔ جن کے پاس عوام کی کوئی طاقت نہیں ہے۔

جہاں تک قادیانی مسئلے کا تعلق ہے مسٹر بھٹو کہہ چکے ہیں کہ وہ اس سے کوئی سیاسی فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کریں گے۔ لیکن اس دورے میں انہوں نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جو ان کی سابقہ روایات کے عین مطابق ہے۔ باقی رہا یہ مسئلہ کس نے حل کیا ہے۔ ہمارے نزدیک اسے مسٹر بھٹو یا حزب اختلاف نے نہیں بلکہ عوام نے اپنے کامل اتحاد اور یک جہتی کی بنا پر حکومت کو مجبور کر دیا اور وہ گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئی اور مسئلہ حل ہو گیا۔ نیز حزب اختلاف کو ٹیبن کی جماعتیں کہنا اس وقت زیادہ مناسب ہو گا جب مسٹر بھٹو ملک بھر سے دفعہ ۱۴۴ ہٹا دیں اور جلسوں اور جلوسوں پر تین سال سے عائد شدہ پابندی دور کر دیں پھر دیکھیں کہ ٹیبن کی جماعت کونسی ہے۔ اور یہ لفظ کس طرح اور کس کے لیے موزوں ہو سکتا ہے۔

۶۔ مسٹر بھٹو نے اپنی ایک تقریر میں ایوب خان مرحوم کا ذکر کیا کہ انہوں نے سکھر کے جلسۂ عام میں حزب اختلاف کو کہا کہ دو لاکھ لوگوں کو ایک روپیہ فی آدمی کیونکر دے سکتے ہیں۔ اور پھر بعد میں ہنسے کہ دیکھو میں نے حزب اختلاف کو کس طرح بے وقوف بنایا ہے حالانکہ پیسے دیکر لوگوں کو ایوب خان کے جلسوں میں لایا جاتا تھا۔

سوال پیدا ہوتا ہے، کہ مسٹر بھٹو نے یہ لطیفہ کیونکر سنایا؟ جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے۔ مسٹر بھٹو کی حفاظت کے لیے پنجاب کے اکیس اضلاع سے پولیس منگوائی گئی۔ جلسوں کے انتظامات کے لیے فوج اور فیڈرل فورس علیحدہ تعینات تھی، مسٹر بھٹو کے قریب لوگوں کو نہیں آنے دیا گیا۔ بلکہ جو ایک دفعہ چار پانچ مقامات پر "چیک" ہونے کے بعد جلسہ گاہ میں ٹھیک ٹھاک پہنچ گیا۔ اسے جلسہ گاہ سے مسٹر بھٹو کے جانے سے قبل واپس نہیں آنے دیا گیا۔ علاوہ ازیں ہر علاقہ کے زمینداروں، نمبرداروں، تحصیلداروں اور پیپلز پارٹی کے چیئرمینوں کے ذمہ تھا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں سے اتنی اتنی بسیں "بھیڑ بکریوں" کی بھر کر لائیں واپس چھوڑنے کی ذمہ داری سے وہ بری ہیں۔ بلکہ سارے بہاولپور ڈویژن میں بسیں اور دوسری ٹریفک تقریباً بند تھی۔ سب مسٹر بھٹو کے "شیدائیوں" کو "ڈھونڈ ڈھونڈ" کر جلسہ گاہ کی طرف لا رہے تھے۔ لیکن یہ ایسے ہم یہ سمجھتے تھے کہ لوگوں کو جیسے لایا گیا آ تو گئے۔ مسٹر بھٹو کے اس لطیفے کے بعد ہم سوچ میں پڑ گئے کہ شاید انہیں "دہاڑی" دینے کی پیشکش بھی کی گئی ہو گی۔

۷۔ مسٹر بھٹو کے پورے دورے میں کہیں پیپلز پارٹی میں شامل ہونے والوں کا اعلان نہیں ہوا۔ بہاول نگر، چشتیاں، ہارون آباد، بہاولپور وغیرہ کا دورہ کیا۔ مگر اعلان رحیم یار خاں ضلع میں ہوا۔ چشتیاں کے ۱۸ وکلاء البتہ شامل ہوئے۔ رحیم یار خان میں جمال گور سیجہ ایم این اے کا فوٹو جو مسٹر بھٹو سے مصافحہ کراتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔ وہ اس مخدوم صاحب کا نہیں ہے بلکہ کسی اور کا ہے۔ مخدوم صاحب کے پیپلز پارٹی میں شمولیت کا اعلان ہوا جب کہ انہیں "شمولیت کے بعد" پتہ چلا کہ وہ پیپلز پارٹی میں شامل ہو چکے ہیں ان سے تردید کے لیے کہا گیا تو کھسیانی ہنسی ہنسے کہ "سائیں" بڑھاپے میں ایسی غلطی کیونکر کر سکتا ہوں۔ "مخدوم ایسے ہی ہوتے ہیں"۔ بعض منچلے لوگوں نے یہ بھی کہا کہ لوگوں نے فضا میں جوتے اچھالے تو بھٹو صاحب نے کہا کہ مجھے پتہ ہے جوتے بھی مہنگے ہو گئے ہیں اور چمڑہ مہنگا ہو گیا ہے اس طرح بھٹو صاحب نے علاقہ کے تمام مسائل "حل" کر دیئے اور عوام خوشحال ہو کر واپس اپنے گھروں کو چلے گئے

تیل کا عالمی بحران — اصل حقائق

ڈاکٹر احمد حسین کمال

پچھلے کچھ عرصے سے سرمایہ دار دنیا کے اقتصادی مسائل پر جو روز بروز شدید سے شدید تر ہوتے جا رہے ہیں اور جن میں توانائی کا بحران بھی شامل ہے، مغربی پریس میں لگاتار تبصرے شائع ہو رہے ہیں۔ ان میں سے بیشتر تبصروں میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ سرمایہ دار معیشت کی بیشتر بیماریوں کا سبب تیل کی کمی ہے۔ اور تیل کی برآمدات میں بعض پابندیوں اور تیل پیدا کرنے والے ممالک کی معین کردہ گراں قیمتوں کے نتیجے میں تیل کی کمی نے صورت حال کو مبینہ طور پر بے حد خراب کر دیا ہے۔

سرمایہ دار معیشت میں بحران اور خصوصاً افراطِ زر کے بڑھتے ہوئے رجحان کی تمام تر ذمہ داری تیل پیدا کرنے والے ملکوں اور خصوصاً عرب ملکوں کے سر تھوپنے کی کوششیں بے سود ہیں۔ کیونکہ حقیقت حال کچھ اور رہی ہے۔ تیل پیدا کرنے والے ملکوں کے علاوہ بہت سے ترقی پذیر ملکوں کی جو یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ بین الاقوامی اجارہ داریاں ان کے قدرتی وسائل کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہی ہیں۔ ان کارروائیوں کا مقصد اپنی قومی معیشتوں کا تحفظ کرنا اور اس استحصال کا خاتمہ کرنا ہے۔ توانائی کے بحران کو بہانہ بنا کر تیل کی وہی اجارہ داریاں جذبات کو مصنوعی طور پر بھڑکا رہی ہیں۔ جو ایندھن کی کمی کے سبب بے پناہ منافع کما رہی ہیں۔

اجارہ داریوں نے زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کے لیے مشرق وسطیٰ کے تیل کی جو پچھلے دنوں تک بے حد سستا تھا، دولت کا استحصال کرنے کے منصوبے پر عمل کیا اور مغربی منڈی بے حد گراں قیمت پر تیل فروخت کرتی ہیں۔ یہی سبب ہے کہ جب مشرقِ وسطیٰ" کے تیل کے ذخائر سے کوڑیوں کے مول تیل حاصل کرنے سے متعلق ان کے منصوبے پر زد پڑی تو انھوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ تیل پیدا کرنے والے ملکوں کی پالیسی سے مبینہ طور پر مغرب کے اقتصادی مسائل سنگین ہوتے جا رہے ہیں۔

مارچ میں عرب ممالک نے امریکہ کو تیل کی ترسیل کی پابندی اٹھالی اور صارفین کو تیل کی سپلائی بحال کر دی گئی۔ تیل کی مصنوعات کی حد مقرر کرنے سے قیمتیں بھی بڑھیں اور تیل کی پیداوار میں بھی اضافہ ہوا۔

اس کے باوجود بحران کا خاتمہ نہیں ہوا بلکہ کچھ بڑھتا ہی چلا گیا۔ یہ اور بات ہے کہ اس نے وہ راہ اختیار کی ہے کہ شور و شغب نہیں ہوتا۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ تیل میں کوئی کمی ظاہر ہو رہی ہے لیکن آگے چل کر اس صورتحال کے نتائج خاصے تشویشناک ہوں گے۔ تیل اور اس کی مصنوعات کی بڑھتی ہوئی قیمتیں افراطِ زر کو ہوا دیں گی۔ جس کے باعث تیل برآمد کرنے والے کئی سرمایہ دار اور ترقی پذیر ممالک کی تجارت اور زر ادائیگی میں کمی واقع ہو گی سرمایہ دار ممالک کی مصنوعات کی پیداوار میں کمی لازمی طور پر بے روزگاری کا مسئلہ پیدا کرے گی۔ اور محنت کشوں کی بدحالی میں مزید اضافہ کرے گی اور نتیجے میں تیل کے لیے جدوجہد سامراجی گٹھ جوڑ کی صورت اختیار کرے گی۔ ہم اس طریق کار کا، جو تیل کی قیمتیں مقرر کرنے کے لیے تیل کی اجارہ داریوں نے اختیار کر رکھا ہے اور خود اس نظام کا جو سرمایہ دار ممالک کو تیل کی بہم رسانی کے لیے رائج ہے قومی آزادی کی نگاہ سے جائزہ لے رہے ہیں۔ مختصراً یوں سمجھئے کہ اب سامراج کے لیے۔ جس نے اپنی تیل کی اجارہ داریوں کے ذریعے سالہا سال سے ترقی پذیر ممالک میں لوٹ مار مچا رکھی تھی، اپنے کرتوتوں کا خمیازہ بھگتنے کے دن آ گئے ہیں۔

خود مغربی ممالک میں ان "سات بہنوں" کے خلاف شدید غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی ہے۔ جو تیل کی بدنام زمانہ بین الاقوامی چنڈال چوکڑی میں شامل ہیں۔

اس چنڈال چوکڑی کی اندھا دھند منافع خوری کے باعث عام اشیائے صرف کی قیمتیں بھی تیزی سے بڑھتی جا رہی ہیں۔ صرف اس سال کی پہلی چوتھائی میں ہی قیمتیں ڈیڑھ سے دوگنی تک بڑھی ہیں۔ اس گرانی نے ان لوگوں کی آنکھیں کھول دی ہیں۔ جو اب تک خوش فہمیوں میں مبتلا تھے۔

اب مغربی ممالک ایک دوسرے پر رشک بلکہ حسد کرتے ہوئے تیل برآمد کرنے والے ممالک کی تنظیم کے ارکان کے بھاری منافعوں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ اور سرگرمی سے کوشاں ہیں کہ کسی نہ کسی طرح ان کی اقتصادیات میں گھسنے کا موقع پا جائیں تاکہ —— انہیں سبز باغ دکھا کر عرب ملکوں اور ایران کی فاضل دولت کو ہتھیا لیں اور اپنے مقاصد کے لیے استعمال کریں۔

اس مقصد کے لیے اب وہ عیاری سے بڑی شرافت اور معصومیت کا لبادہ اوڑھ کر سامنے آئے ہیں جس طرح وہ پچاس برس تک خلیج فارس کے ممالک کی دولت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنے والی تیل کی اجارہ داریوں سے ان کا کوئی واسطہ ہی نہیں رہا ہو اور جو صرف تیل نکالنے کا اپنا اربوں ڈالر کا خالص منافع ان کی گود میں ڈالا کرتی تھیں اور اس کے علاوہ وہ منافع بھی جو تیل کو صاف کرنے، اس کی نقل و حمل

اور فروخت میں حاصل ہوتا تھا۔ درآمد کنندہ ممالک کے خزانے تیل کے محصول سے الگ بھر رہے تھے۔ اس طرح ترقی پذیر ممالک کی دولت مختلف ذریعوں اور حیلوں سے سمٹ کر سرمایہ دار ممالک کے خزانے بھرتی رہی۔

پھر عرب ممالک نے تیزی سے ان اجارہ داریوں کے پنجوں سے نکلنا شروع کیا۔ گذشتہ اکتوبر کی عرب اسرائیل جنگ نے ان کی گرفت مزید ڈھیلی کر دی۔ اس لیے کہ عرب ممالک نے اس حقیقت کے پیش نظر کہ سامراجی ممالک کو فرستادہ تیل بالواسطہ طور پر اسرائیل کو پہنچ رہا تھا۔ تیل کی برآمد پر پابندی لگا دی۔ اب ترقی پذیر ممالک کی تقریباً پچاس فی صد تیل کی پیداوار اور تجارت قومی حکومتوں کے ہاتھ میں آ چکی ہے۔

ان حالات میں ترقی پذیر ممالک کے وسائل پر ڈاکہ ڈالنا آسان نہیں رہا۔ اور سامراج کی جدید نوآبادیاتی پالیسی دم توڑ رہی ہے۔ ترقی پذیر ممالک نے تیل برآمد کرنے والے ممالک کی تنظیم کے ذریعے تیل کی قیمتوں کے تعین اور بیرونی ممالک سے اس کی تجارت کا اختیار اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے۔ اس سے انہیں جو فائدہ ہوا ہے اس کا اندازہ اس حقیقت سے کیجئے کہ ۱۹۷۳ء میں اس تنظیم کو تیل کی فروخت سے ۲۰ ارب ڈالر ملے تھے۔ جبکہ اس سال تقریباً ۹۰ ارب ڈالر ملیں گے۔ جس سے ان ممالک کو اپنے ترقیاتی منصوبوں میں بڑی مدد ملے گی۔

تیل برآمد کرنے والے ممالک کی تنظیم کی کامیابی نے تیسری دنیا کے ممالک کو یہ سبق دیا ہے کہ وہ اپنی معدنی دولت، زرعی پیداوار اور غذائی اشیاء کی قیمتیں بھی بڑھاتے جائیں تاکہ برآمدات پر سرمایہ داری کنٹرول یکسر ختم یا بے حد محدود ہو جائے۔ ان کے قدرتی وسائل قابل نفرت سامراج کی لوٹ کھسوٹ سے محفوظ ہو جائیں اور عالمی تجارت میں وہ بھی برابر کے شریک ہوں۔ تیز اپنی اقتصادی اور سماجی ترقی کیلئے بقدر ضرورت سرمایہ بھی حاصل کر سکیں۔

اس طرح تیل کا بحران وسیع ہو کر اب خام مال کی حدود تک پہنچ گیا ہے۔ اور فی الحقیقت سامراجی جدید نوآبادیاتی نظام کا بحران بن گیا ہے۔ بلکہ سچ پوچھئے تو یہ در اصل سرمایہ داری کا بحران ہے۔ ترقی پذیر ممالک کی یہ روش تاریخ میں سامراج پر سب سے زیادہ کاری ضرب کی حیثیت رکھتی ہے۔ بلاشبہ اس سے دنیا کے بڑھتے ہوئے ترقی پسندانہ رجحان اور بین الاقوامی مفاہمت کے رجحان نے بھی تحریک دی ہے۔ یہ بھی یقینی ہے کہ اس سرد جنگ سے گھبرا کر سامراج اپنے اکھڑے ہوئے قدم دوبارہ جمانے کیلئے مسلح مداخلت اور دباؤ ڈالنے والے دوسرے ظالمانہ قسم کے اقدامات سے بھی گریز نہ کرے گا۔

سامراج پر مزید دباؤ ڈالنے کے لیے ہی ترقی پذیر ممالک اپنے خام مال اور معدنیات کی برآمد کو اپنے ہاتھ میں لے رہے ہیں۔

اس زمانے میں جب کہ بین الاقوامی کارپوریشن ترقی پذیر ممالک کی اقتصادیات کی بلا شرکت غیرے مالک تھیں تو عالمی مارکیٹ میں یہاں کی معدنیات اور خام مال بھیجنے کی اجارہ داری بھی انہی کے ہاتھ میں تھی۔ لیکن اب ان کا زور ٹوٹ چکا ہے اور تیسری دنیا کے ممالک اپنی خام پیداوار اور مصنوعات کی تجارت خود سنبھال رہے ہیں۔ اور وہ دن دور نہیں ہیں جب معدنی خام مال کے پیدا کرنے والے ممالک عالمی سرمایہ دار منڈی میں آزادانہ طور پر اور اپنے مفادات کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنے مال کی منفعت بخش نکاسی پر قادر ہو جائیں گے اور سامراجی اجارہ داریوں اور ان کی ریاستوں کے چنگل سے ہمیشہ کے لیے آزاد ہو جائیں گے۔

تیل کے بحران نے تیل کے کاروباریوں کو قصے کہانیوں جیسا خطیر منافع پہنچایا ہے۔ صرف ۱۹۷۳ء ہی میں امریکی کمپنیوں کا منافع سو فی صد بڑھ گیا۔ اور ۹ ارب ڈالر تک پہنچ گیا۔ یہ آمدنی ملائیشیا اور فلپائن کی مجموعی قومی آمدنی سے بھی زیادہ ہے۔ اس خطہ کے ممالک کی اکثریت تیل کے بحران سے تشویشناک اقتصادی اور سماجی پیچیدگیوں سے دوچار ہوئی۔ اس نے مختلف کارخانوں، بجلی گھروں اور ذرائع نقل و حمل کی کارکردگی کو خطرے میں ڈال دیا۔ متعدد ممالک میں کانیں اور کارخانے بند ہونے لگے۔ کئی نوعمر ریاستوں کی اقتصادی صورتحال جسے سرمایہ دارانہ اقتصادیات کے انتشار زدہ نے پہلے ہی کھوکھلا کر رکھا تھا۔ اور خراب ہو گئی۔ تیل اور تیل کی مصنوعات کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے باعث تھائی لینڈ، فلپائن اور سری لنکا جیسے ممالک کو مائع تیل درآمد کرنے کے لیے ہزاروں لاکھوں ڈالرز زائد خرچ کرنے پڑیں گے۔ اسی طرح اس میں پاکستان کے مصارف بھی مستقبل قریب میں تقریباً ساڑھے چار گنا ہو جائیں گے۔ جو ملک کا تقریباً ایک تہائی زر مبادلہ ہضم کر جائیں گے

صرف تیل کی قیمتیں ہی نہیں بلکہ ان اشیائے صرف اور صنعتی ساز و سامان کی قیمتیں بھی جنھیں ایشیا کے ترقی پذیر ممالک درآمد کرنے پر مجبور ہیں قیمتیں تیزی سے بڑھ رہی ہیں۔ دام بڑھتے رہنے کی امید میں فراہم کنندگان (مغربی اجارہ داریاں) ان اشیاء کی ترسیل کی رفتار گھٹا رہی ہیں۔ اس ضمن میں انڈونیشیا کے روزنامے "بیکس" نے حال ہی میں لکھا ہے کہ تیل کے بحران کے بہانے کچھ ملکوں نے انڈونیشیا کو صنعتی ساز و سامان کی ترسیل کم کر دی ہے جو انڈونیشیا کی قومی ترقی کے لیے ضروری تھی۔

تیل کے بحران سے جو اقتصادی حالات پیدا ہوئے ہیں۔ وہ سماجی الجھنوں کا باعث بھی بنے ہیں۔ بڑھتی ہوئی گرانی نے ایشیائی ممالک کے عوام کی حالت اور بھی خستہ کر دی ہے۔ اور افلاس، بھوک، بے روزگاری اور جہالت پر قابو پانے کی راہ میں روڑے اٹکائے ہیں۔

اگرچہ یہ سماجی، اقتصادی حالت تشویشناک ہے۔ تاہم مایوس کن نہیں ہے۔ تیل کے بحران سے اپنی قومی معیشت کے دفاع کے لیے ان

باقی صفحہ پر

اسلام اور جہاد

مولانا حامد میاں
مدظلہ

اسلام میں جہاد ایک اہم عبادت قرار دی گئی ہے۔ جبکہ اس کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہو۔

من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ۔ عبدالرزاق ص۲۶۸

جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

غدوۃ فی سبیل اللہ او روحۃ خیر من الدنیا وما فیھا ولوقوف احدکم فی الصف خیر من عبادۃ رجل ستین سنۃ۔ مصنف عبدالرزاق ص۲۵۹/۵۷۰

خدا کی راہ میں صبح یا شام کا وقت گذارنا دنیا وما فیھا سے بہتر ہے اور ایک شخص کا صفِ جہاد میں کھڑے ہونا دوسرے شخص کی ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

شہید کی رُوح کو جنّت میں جانے کی ابھی سے اجازت دی جاتی ہے (اگرچہ جسم سمیت اس کا داخلہ قیامت کے بعد ہوگا۔

ایک معرکہ میں کچھ صحابۂ کرامؓ شہید ہوگئے تھے ان کے بارے میں یہ آیت اتری۔

ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاءٌ عند ربھم یرزقون (پ۴)

یعنی جو لوگ خدا کی راہ میں شہید ہو گئے۔ ان کو تم ہرگز مردہ مت سمجھنا بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اللہ کے یہاں ان کو رِزق عنایت ہوتا ہے۔

اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہؓ سے حضرت مسروق بیان فرماتے ہیں کہ انھوں نے ارشاد فرمایا۔

ارواح الشھداء عند اللہ کطیر لھا قنادیل معلقۃ بالعرش تسرح فی الجنۃ حیث شاءت

شہداء کی روحیں اللہ کے یہاں ایسی ہی ہیں کہ جیسے کوئی پرندہ ہو۔ ان کے رہنے کے "قندیل عرش میں لٹکے ہوئے ہیں وہ جنّت میں جہاں چاہیں چلتے پھرتے ہیں (اور کھاتے پھرتے ہیں)

قال فاطلع الیھم ربھم اطلاعۃ فقال ھل تشتھون من شیءٍ فازیدکموہ فقالوا ربنا السنا نسرح فی الجنۃ فی ایھا شئنا ثم اطلع علیھم الثالثۃ فقال ھل تشتھون من شیءٍ فازیدکموہ قالوا تعید ارواحنا فی اجسادنا فنقاتل فی سبیلک فنقتل مرۃ اخری قال فسکت عنھم۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر تجلّی فرمائی اور خطاب فرماکر دریافت فرمایا کہ کیا کوئی چیز تم چاہتے ہو۔ تو میں اس کا اضافہ فرمادوں۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب ہم تو جنّت کے جس حصّہ میں چاہتے ہیں، جاتے رہتے ہیں۔ پھر تیسری بار باری تعالیٰ نے ان سے خطاب فرمایا کہ کیا کوئی چیز تم چاہتے ہو تو میں اسکا اضافہ فرمادوں۔

یہ عرض کرنے لگے کہ تو ہماری ارواح کو ہمارے جسموں میں لوٹا دے۔ تاکہ ہم تیری راہ میں جہاد کریں اور ایک دفعہ اور تیری راہ میں مارے جائیں اس کا جواب نہیں ارشاد فرمایا گیا۔

اس سے آگے دوسری روایت میں ہے کہ تیسری دفعہ میں ان شہداء نے یہ درخواست کی۔

تقری نبینا السلام وتبلغہ ان قد رضینا ورضی عنا

ادا ھما عبدالرزاق ص۲۶۴

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا اسلام پہنچادیں اور یہ پیغام پہنچادے کہ۔ (ہم راضی ہیں اور خدا کی رضا) خدا ہم سے راضی ہوا اور ہم اس پر۔

ایک روایت میں جو کچھ نعمتیں اور فضیلتیں شہید کو عنایت ہوتی ہیں وہ ذکر فرمائی گئی ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

یغفر اللہ ذنبہ فی اول دفعۃ من دمہ ویری مقعدہ من الجنۃ. ویجار من عذاب القبر ویومن من الفزع الاکبر ویشفع فی سبعین انسانا من اقاربہ.

اللہ تعالیٰ اس کے خون کے پہلی ہی بار نکلنے پر اسکی مغفرت فرمادیتے ہیں اور اسے جنت میں اسکا ٹھکانا دکھادیا جاتا ہے۔

عذابِ قبر سے بچادیا جاتا ہے۔

قیامت کے دن کی سخت گھبراہٹ سے مامون رکھا جائیگا۔

اور اسکی سفارش اس کے ستّر عزیزوں کے بارے میں قبول کی جائے گی۔

ایک حدیث شریف میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فی الجنۃ دار لا ینزلھا الا نبی او صدیق او شہید او امام عدل او مخیر بین القتل والکفر یختار القتل علی الکفر

رواہ عبد الرزاق ص۲۶۵ ج۵

جنت میں ایک گھر (درجہ و مقام) ایسا ہے کہ اس میں صرف نبیؑ یا صدیق یا شہید یا عادل بادشاہ یا وہ آدمی جا سکے گا۔ کہ جسے اختیار دیا گیا ہو کہ یا کفر اختیار کرے یا قتل ہو جائے۔ اور وہ قتل ہو جانے کو کفر پر ترجیح دے۔

آخر میں ہم ایک صحابی کا واقعہ درج کرتے ہیں۔ جو ایک طرف ان کے جذبۂ شہادت کا آئینہ دار ہے تو دوسری طرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہید فی سبیل اللہ سے محبت اور آپ کے نزدیک اس کی قدر و منزلت کا مظہر ہے۔

عن شداد ابن الھاد ان رجلا من الاعراب جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامن بہ واتبعہ ثم قال اھاجر معک فاوصی بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض اصحابہ فلما کانت غزوۃ غنم النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئا فقسم وقسم لہ فاعطی صحابہ ما قسم لہ وکان یرعی ظھرھم فلما جاء دفعوہ الیہ فقال ماھذا۔ قالوا قسم قسمہ لک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخذہ فجاء بہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ماھذا قال قسمتہ لک قال ما علی ھذا اتبعتک ولکنی اتبعتک علی ان ارمی الی ھھنا واشار الی حلقہ بسھم فاموت فادخل الجنۃ فقال ان تصدق اللہ یصدقک فلبثوا قلیلا ثم نھضوا فی قتال العدو فاتی بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحمل قد اصابہ سھم حیث اشار فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اھو ھو قالوا نعم قال صدق اللہ فصدقہ ثم کفنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی جبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم قدمہ فصلی علیہ فکان مما ظھر من صلاتہ اللھم ھذا عبدک خرج مھاجرا فی سبیلک فقتل شہیدا انا شہید علی ذلک۔

(رواہ النسائی والطحاوی)

حضرت شداد بن الہادؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایمان قبول کیا اور آپ کے ساتھ ہو گئے۔ پھر عرض کیا کہ میں آنجناب کے ساتھ ہجرت کروں گا۔ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے اپنے صحابہ کرام میں سے کسی سے ان کا خیال رکھنے کا حکم فرمایا۔ جب لڑائی ہوئی تو نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس کچھ مال غنیمت آیا جو آپ نے تقسیم فرمایا اور ان دیہاتی صحابی کا حصہ بھی لگا دیا اور ان کا حصہ ان کے ساتھیوں کے حوالہ کر دیا۔ یہ دیہاتی صحابی اسوقت اقامت گاہ کی پشت کی طرف پہرے پر تھے۔ جب واپس آئے تو ساتھیوں نے ان کا حصہ انکو دے دیا دریافت کیا کہ یہ کیا ہے۔ ساتھیوں نے کہا کہ یہ حصہ ہے۔ جو تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرما کر عنایت فرمایا ہے۔ انھوں نے اپنا یہ حصہ لیا اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ یہ کیا ہے؟ آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ یہ میں نے تمہارا حصہ لگایا ہے۔ یہ عرض کرنے لگے کہ میں تو آنجناب کے ساتھ اس لیے نہیں ہوا۔ بلکہ میں تو اس لیے ساتھ ساتھ ہوں کہ میرے یہاں تیر لگے۔ اور اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا میں مر جاؤں اور جنت میں چلا جاؤں۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر تم اللہ سے سچے دل سے یہ طلب رکھتے ہو تو اللہ تمہیں یہ سچا کر دکھائے گا۔

تھوڑے عرصہ ٹھہر کر دشمن سے مقابلہ شروع ہوا۔ تو ان ہی دیہاتی صحابی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوسرے حضرات اٹھائے ہوئے لائے۔ ان کے واقعی اسی جگہ تیر لگا تھا جس جگہ انھوں نے اشارہ کر کے وہ بات کہی تھی۔

نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ کیا یہ وہی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ جی ہاں! آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے خدا سے سچا معاملہ کیا تھا تو اللہ نے اسے سچا کر دکھایا۔

پھر اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جبہ مبارک میں کفنایا۔ پھر آگے رکھ کر ان کی نماز پڑھی۔ نماز میں جن کلمات کا ہمیں پتہ چلا وہ یہ تھے کہ اے اللہ یہ تیرا بندہ تیری ہی راہ میں ہجرت کر کے نکلا اور شہید ہو کر مارا گیا۔

میں اس کا گواہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی راہ میں جہاد کی توفیق بخشے (آمین)

مولانا سمیع الحق صاحب

شیعہ نصاب کی علیحدگی؟

- مُلکی اتحاد و سالمیّت
- قومی یک جہتی، اور
- ملّی یگانگت کے لیے خطرہ

اخبارات میں شیعہ نصابِ دینیات کی علیحدگی کی خبریں آچکی ہیں اور یہ بھی کہ عنقریب نئے نصاب کو جاری کر دیا جائے گا۔ مزید یہ کہ تاریخ اسلام کو نئے سرے سے مرتب کر کے شامل نصاب کیا جائے گا۔ پاکستان کی نوے پچانوے فی صد آبادی اہل سنت والجماعت کی اکثریت اور مسلمانوں کے سوادِ اعظم اور اہل علم، صاحب فکر طبقے اس فیصلہ کے ہولناک نتائج کو دیکھتے ہوئے جتنے بھی پریشان ہوں کم ہے

ہم آج کی صحبت میں اس فیصلے کے بعض دُوررس اور خطرناک نتائج پہ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ مقصد ملک کی سالمیت اور ملی یک جہتی ہے اور تمنا ملک کی گاڑی کو اس مہلک راہ سے بچانے کی ہے۔ جس پر اس ناعاقبت اندیشانہ فیصلہ کی صورت میں ملک کو ڈالا جا رہا ہے۔

ملک کے سیاسی تقاضوں، اقتصادی ضرورتوں اور سوادِ اعظم کے دینی اور معتقداتی نزاکتوں کے لحاظ سے حکومت کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ ایسے اہم مسئلہ پر عجلت میں کوئی فیصلہ کرنے کے بجائے اکثریتی طبقہ سنی مسلمانوں کو اعتماد میں لے اور ان کے مُعتمد علماء اور ارباب فکر سے مشورہ لے۔

(۱)

سیاسی لحاظ سے ملک کو اس وقت جس فکری سلامتی، اتحاد اور قومی یک جہتی اور نظریاتی یگانگت کی ضرورت ہے اتنی کبھی نہ تھی۔ بلکہ اتحاد پر آئندہ رہنے سے ملک کی بقا کا دار و مدار ہے

اب تک خوش قسمتی سے شیعہ سُنی طبقوں میں یہ فضا قائم رہی۔ باہمی منافرت، اور اجنبیّت کا احساس یا شدت احساس کم ہی رہا۔ سنی مسلمانوں نے تو تحریک پاکستان کے آغاز سے لے کر اب تک اس سلسلہ میں نہایت فراخدلی اور رواداری کا مظاہرہ کیا اور بارہا اپنی قسمت کی باگ ڈور بھی ایسے ہاتھوں میں دے کر مضائقہ محسوس نہ کیا جن ہاتھوں نے آگے چل کر ملت مسلمہ کا گلا گھونٹنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور بالآخر مسلمانوں کے اس حصار کو پاش پاش کر کے ہی چھوڑا۔ بہرحال اس باہمی رواداری اور حسنِ معاشرت میں بنیادی عامل موجودہ متحدہ دینی نصاب ہی رہا کہ سکول اور تعلیم گاہ کے ماحول میں بچوں کے اذہان ایک دُوسرے سے علیحدگی اور جداگانہ گروہی وجود کی تربیت سے محفوظ رہے اور اس بات کا واضح ثبوت یہ ہے کہ بحمداللہ قیام پاکستان کے بعد ہمارے تعلیمی ادارے شیعہ سنی نظریاتی تصادم کی لپیٹ میں نہیں آئے اور نہ اکثریتی فرقہ کی دینیات شیعہ طبقوں کے جذبات مجروح کرنے کا ذریعہ بنی۔ تعلیمی اداروں سے باہر بھی ہماری زندگی اس کھچاؤ سے کافی حد تک محفوظ رہی بلکہ تعلیمی نصاب اور نظام کی یگانگت کافی حد تک بچوں کے ناپختہ اذہان میں باہمی اُلفت و تعلق اور نظریاتی اعتدال پیدا کرنے کا موجب بنتا رہا۔ اب جب نصاب کی علیحدگی کی صورت میں بچپن ہی سے بچوں کے اذہان میں ان کے جداگانہ تشخص، جداگانہ خیالات اور نظریات اور علیحدہ علیحدہ حیثیت کا شعور اُجاگر کیا جائے گا تو یہ احساسِ علیحدگی آگے چل کر باہمی منافرت کتنی خطرناک شکل اختیار کر جائے گا اور قومی یک جہتی اور فکری یگانگت کس بے دردی سے انتشار و افتراق میں بدل جائیگی۔

(۲)

پھر دیکھیے کہ علیحدگی کا یہ سلسلہ آخر کہیں جا کر رک بھی سکے گا یا نہیں؟ اس ملک میں دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والی کئی غیر مسلم اقلیتیں موجود ہیں جو شیعہ حضرات کے ایسے مطالبات کے حق میں دیے گئے دلائل سے زیادہ وزنی دلائل کے ساتھ ایسے مطالبات کر سکتے ہیں۔ پھر کیا ہمیں ان مٹھی بھر اقلیتوں ہندو، عیسائی، سکھ، پارسی، بہائی، قادیانی (جنہیں مسلمان اقلیت ہی سمجھتے ہیں) اور ہر فرقہ کی خواہش پر نصاب، تعلیم اور نظام تعلیم کی از سرِ نو تنظیم کرنا ہوگی۔ ایک دفعہ ایک نہایت نامعقول رسم ڈالنے کے بعد ہم ایسے مطالبات کو کس طرح ناقابل تسلیم اور نامعقول کہہ کر مسترد کر سکیں گے۔ اتحاد کی رسی ہاتھ سے چھوٹ جانے کے بعد ملک و ملت کی شیرازہ بندی کس بنیاد پر ممکن ہوسکے گی؟۔

(۳)

شیعہ حضرات اگر اس طرح اپنا ایک علیحدہ تشخص قائم کرنے پر بضد ہیں تو یہ بنیادی سوال اُٹھ سکتا ہے کہ کیا وہ اپنے آپ کو مسلمانوں سے ایک جداگانہ قومیت تصور کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں اب تک نہایت فراخدلی بلکہ مُسرفانہ رواداری کے نتیجے میں ملک کے بعض حصوں کے نصاب تعلیم سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے قابل فخر رہنماؤں کے احوال و سوانح بھی حذف کیے جا چکے ہیں اور سنی اپنی روایتی وسعت ظرف یا ملی بے حسّی کی وجہ سے یہ سب کچھ گوارا کرتے چلے آئے ہیں، لیکن کیا شیعہ حضرات کے موجودہ مطالبات کے بعد یہ سوال نہیں پیدا ہوسکتا کہ جب اکثریت اپنی طرح مسلمان سمجھتی ہے تو یہ لوگ بلاوجہ اپنے آپ کو مسلمانوں سے علیحدہ کرانے پر کیوں بضد ہیں۔ شیعہ سُنی معتقدات میں بعض اصولی اختلافات کے باوجود بعض شیعہ فرقوں کو چھوڑ کر

عام طور پر اس اختلاف کو فروعی سمجھا جا رہا ہے جب کہ بعض اخباری بیانات اور مراسلات میں شیعہ حضرات اسے اصولی قرار دینے پر اصرار کر رہے ہیں۔

(۴)

اگر فروعی اختلافات بھی علیحدگی کا سبب بن سکتے ہیں تو خود اہل سنت کے اندر مختلف مکاتب فکر ہیں جو آگے چل کر جداگانہ حقوق اور مطالبات کا ہنگامہ اٹھا سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہاں کی اکثریت حنفی مسلمانوں کی ہے، لیکن کیا فروعی اختلاف کی وجہ سے دیوبندی یا بریلوی الگ الگ دینی نصاب کا مطالبہ نہیں کرسکیں گے ؟

پھر حنفی اور غیر حنفی تقسیم کریں تو مقلد اور غیر مُقلد کی بنیاد پر علیحدگی کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے، اہل حدیث ایک الگ جماعت ہے جو کسی امام کی مقلد نہیں۔ تقلید کے دائرہ میں بھی یہاں دیگر آئمہ کرام کے پیرو موجود ہیں۔ شافعی بھی ہیں، مالکی اور حنبلی بھی۔ کیا ہمیں ان سب کی خاطر الگ الگ نصاب بنانا پڑے گا اور سب کے لیے مساجد اور مدارس، امامت اور خطابت اور ملک کے قانون و آئین میں الگ انتظامات کرنے ہوں گے اور کیا کسی بھی مختلف مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے دو چار افراد کی خاطر یہاں کی اکثریت حنفی مسلمانوں کی دینیات ان کی فقہ اور ان کے آئین و قانون کو مشق ستم بنایا جائے گا۔

اگر شیعہ فروعی اختلافات کی بنا پر علیحدگی کے حق دار ہیں تو خود شیعوں کے اندر آپس میں کتنے فروعی بلکہ اصولی اختلافات موجود ہیں۔ پھر کیا وہ اپنے دیگر مکاتب فکر اور گروہ در گروہ فرقوں کو بھی علیحدگی کا یہ حق دینے پر تیار ہوں گے ؟

(۵)

عقائد اور نظریات کے لحاظ سے اس فیصلے کا جائزہ لیں تو نہیں کہا جاسکتا کہ اہل سنت والجماعت اس صورت حال کو کس طرح برداشت کرسکیں گے جہاں تک اہل سنت کا تعلق ہے وہ تمام صحابہؓ کو سرچشمہ ہدایت اور معیار حق سمجھتے ہیں۔ بالخصوص شیخین، حضرت صدیق اکبرؓ و حضرت فاروق اعظمؓ

اقرا آنہ ...

بقیہ عادل حکمران

ہو جائیں گے اور نامہ اعمال کی کتاب کسی چھوٹے یا بڑے گناہ کو شمار کیے بغیر نہ چھوڑے گی۔

یا امیرالمؤمنین ! اس وقت آپ موت کے آنے سے قبل اور آرزو کے منقطع ہو جانے سے پہلے مہلت کے عرصے میں ہیں۔ اس لیے آپ جاہلوں جیسے احکام نافذ نہ کریں۔ ظالموں کے راستے پر نہ چلیں کمزور لوگوں پر متکبر لوگوں کو مسلط نہ کریں۔ کیوں کہ وہ کسی مومن کے بارے میں قرابت داری یا قول و قرار کا لحاظ نہیں کرتے۔ پس آپ لوٹیں گے اپنے گناہوں کا بوجھ لے کر اور ان کے ساتھ ان ظالموں کے گناہوں کا بوجھ بھی آپ کے کندھوں پر ہوگا، آپ کو اپنے بوجھ کے ساتھ ان کا بوجھ بھی اٹھانا پڑے گا۔ اور آپ کو وہ لوگ دھوکہ میں نہ ڈال دیں جو آپ کے لیے تنگی اور مصیبت کا سامان کر کے خود عیش کرتے ہیں اور آپ کی آخرت کی نعمتیں ضائع کر کے خود دنیا کی نعمتیں استعمال کرتے ہیں۔

یا امیرالمؤمنین ! آج کے دن آپ اپنی قدرت کو نہ دیکھیں بلکہ اپنی اس دن کی قدرت کو سامنے رکھیں۔ جب آپ موت کی رسیوں میں جکڑے ہوتے ہوں گے اور فرشتوں، نبیوں اور رسولوں کے مجمع عام میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑے کیے جائیں گے اور اس دن سارے چہرے اس حیّ وقیوم کے سامنے جھکے ہوں گے۔

یا امیرالمؤمنین ! نصیحت کی یہ باتیں مجھ سے پہلے بھی اہل دانش کہہ چکے ہیں اور میں نے آپ کے ساتھ شفقت کرنے اور آپ کو نصیحت کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ پس آپ میرے اس خط کو کسی دوست طبیب کے علاج کی طرح سمجھیں جو اپنے بیمار دوست کو کڑوی کڑوی دوائیں پلاتا ہے کیونکہ اسے اس سے عافیت اور صحت کی امید ہوتی ہے۔ اور سلامتی ہو آپ پر اے امیرالمؤمنین اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکات نازل ہوں۔

بقیہ اقوال محمود

مستعفی ہونے کا فیصلہ کیا ہے "

" ضبط ولادت خالق کائنات کے خلاف اعلان جنگ ہے "

" طلباء سیاسی جماعتوں کے آلۂ کار بن کر اضطراب کا شکار ہو جاتے ہیں "

" طاقت کے نشہ میں سرشار ہو کر جھومنے والے خطرناک گڑھے میں گرتے ہیں "

" ظہر کے بعد جن لوگوں کی سیاسی پیدائش ہوتی ہے عصر سے پہلے ہی وہ سب کو غدار قرار دیتے ہیں "

" عورتیں ہماری مائیں ہیں، بہنیں ہیں بیٹیاں ہیں ہم ان کے حقوق کے لیے ایسے ہی لڑیں گے جیسے اپنے حقوق کے لیے لڑتے ہیں "

" غیر اسلامی آئین کی شدید مزاحمت کی جائے گی "

" غیر آباد زمین کو آباد کرنے والا شرعاً اس کا مالک ہوتا ہے "

" فقہائے اسلام نے قرآن و سنت سے مسائل استنباط فرما کر ملت اسلامیہ پر احسان عظیم فرمایا ہے "

" قرآن کی رو سے یہ واجب ہے کہ مُرتد کا سر قلم کر دیا جائے "

" کریڈٹ اور ڈس کریڈٹ میری کبھی کمزوری نہیں رہی۔ ہم ایسی چیزوں سے ہمیشہ بالاتر رہے ہیں "

" لینن اور مارکس ہی کیا کوئی پیشوا آ کر پیغمبر اسلام کے ایک صحابیؓ کے اخلاق کا نمونہ بھی پیش نہیں کر سکتا "

" مرزائی اور کمیونسٹ کا ذبیحہ حرام ہے "

" نکاح کے سلسلے میں رجسٹریشن کی شرط لازمی قرار دینا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے "

" وطن عزیز کی سالمیت کی خاطر میری جان بھی حاضر ہے "

" ہم نہ سوشلسٹ ہیں نہ کمیونسٹ۔ جو شخص اسلام کے خلاف بات کرتا ہے وہ بہت سفیہ ہے "

نوٹ جو مضامین یا اشتہارات شائع نہیں ہوسکے انشاءاللہ آئندہ شمارے میں شائع ہونگے۔

ادارہ

شہر شہر سے

ملکی سالمیت کا انحصار اسلامی نظام کے قیام میں مضمر ہے

"مسٹر بھٹو نے ملک کو مسائلستان بنا دیا ہے"

صادق آباد لائبریری پارک کے تاریخی اجتماع سے قائدِ جمعیۃ کا خطاب

صادق آباد جمعیۃ علماء اسلام کے زیر اہتمام حضرت مولانا غلام ربانی کی صدارت میں لائبریری پارک کے تاریخی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے قائدِ جمعیۃ مولانا مفتی محمود صاحب نے فرمایا کہ عوامی حکومت کے دورِ اقتدار میں یہ پہلا موقع ہے کہ میں دفعہ ۱۴۴ کے بغیر اس عظیم الشان اجتماع سے خطاب کر رہا ہوں۔ ورنہ حزب اختلاف کے دیگر لیڈر اور میں جہاں بھی جاتے ہیں دفعہ ۱۴۴ پہلے سے ہمارے استقبال کے لیے موجود ہوتی ہے ٹی وی۔ ریڈیو اور ٹرسٹی اخبارات شب و روز مسٹر بھٹو کی جھوٹی قصیدہ خوانی کرتے رہتے ہیں۔ ان قومی اداروں اور اخبارات میں ہمارے بیان آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ریڈیو اور ٹی وی نے ہمارا بائیکاٹ کیا ہوا ہے کہ کہیں حکومت کا بدنما چہرہ عوام کے سامنے نہ آجائے۔

پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ مفتی محمود اور حزب اختلاف کے لیڈر غدّار ہیں۔ میں واضح طور پر کہتا ہوں کہ یہ بے بنیاد اور جھوٹا پروپیگنڈہ مسٹر بھٹو کر رہے ہیں جس کی ہم صفائی دینا نہیں چاہتے۔ قوم اگر ہمیں الزام دیتی تو یقیناً ہم صفائی دیتے۔

عجیب بات ہے مسٹر بھٹو جن کا ملک توڑنے میں ہاتھ ہے۔ جو ادھر ہم اُدھر تم کا نعرہ لگاتے رہے۔ جنہوں نے دو اسمبلیوں کی تجویز پیش کی جنہوں نے فوجی ایکشن کو ملک کے بچا لیے جانے سے تعبیر کیا جنہوں نے سربراہی اسلامی کانفرنس میں دوسروں کے شانے پر بندوق رکھکر بنگلہ دیش کو تسلیم کیا۔ وہ ملک کے وفادار اور ہم غدّار۔

قائدِ جمعیۃ نے فرمایا کہ میں مسٹر بھٹو کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ لاہور میں فوج، سیکورٹی فورس اور پولیس کے بغیر ایک گھنٹہ ملکی پالیسی پر تقریر کریں میں پون گھنٹہ ملکی پالیسی پر تقریر کرتا ہوں۔ اگر قوم مسٹر بھٹو کی پالیسی کی تائید نہ کرے تو انہیں لاڑکانہ جانا ہوگا۔ اسلام آباد جانے کا انہیں کوئی حق نہیں پہونچتا۔ ورنہ میں سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لوں گا۔

جلسے سے مولانا سید نیاز احمد شاہ گیلانی مولانا محمد لقمان علی پوری اور مولانا حماد اللہ صاحب نے بھی خطاب کیا۔

حکومت کی جمہوریت کش پالیسی

کوئٹہ۔ سیکرٹری جنرل جمعیۃ علماء اسلام بلوچستان سینٹر محمد زمان خان اچک زئی نے اپنے ایک بیان میں خدشات کا اظہار کیا ہے کہ حکومت کا مسلسل حزب اختلاف کی سکیموں سے انحراف اور عدم منظوری حزب اختلاف کو اس کے جائز حقوق سے محروم کرنا ہے۔ صوبہ بلوچستان کے تمام اضلاع میں پیپلز ورکس پروگرام کی جو کمیٹیاں تشکیل دی دی گئی ہیں ان میں حزب اختلاف کو نمائندگی نہیں دی گئی۔ حکومت کی اس حرکت پر سخت احتجاج کرتے ہوئے انہوں نے حکومت کی اس حرکت کو جمہوریت کے منافی قرار دیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ حکومت نے مزید اس قسم کی حرکت کی تو صوبہ بھر میں حکومت کی بدعنوانیوں اور دھاندلیوں کے خلاف مہم چلائی جائے گی۔

جمعیۃ علماء اسلام ضلع گوجرانوالہ کا اجلاس

گوجرانوالہ۔ جمعیۃ علماء اسلام کے امیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ نے جمعیۃ کی ضلعی جنرل کونسل کا اجلاس ۸ دسمبر ۱۹۷۴ء بروز اتوار صبح نو بجے مکی مسجد بخاری روڈ گوجرانوالہ میں طلب کیا ہے حضرۃ مولانا عبیداللہ انور مولانا سید نیاز احمد شاہ صاحب، مولانا غلام ربانی، مولانا محمد لقمان علی پوری بھی شرکت فرمائیں گے۔

ایجنڈا ۱۔ ضلعی جمعیۃ کی دو سالہ کارگذاری، ۲۔ تنظیمی و تبلیغی لائحہ عمل ۳۔ سابقہ حساب کی پڑتال ۴۔ صوبائی رہنماؤں کا خطاب۔ دیگر امور باجازت صدر۔ ضلع گوجرانوالہ میں جمعیۃ کی تمام شاخوں کے امیر، ناظم

سالار اور مجلس عمومی کے تمام ارکان بر وقت اجلاس میں شریک ہوں۔ جن حضرات کو دعوت نامہ موصول نہ ہوا ہو وہ اس اطلاع کو دعوت نامہ تصور کریں۔

غلام محمد ناظم دفتر جمیعۃ ضلع گوجرانوالہ

مجرموں کو کیفر کردار تک پہونچایا جائے

راولپنڈی۔ جمیعۃ علماء اسلام کے سیکرٹری اطلاعات سید افضال احمد نے ایک بیان میں جناب احمد رضا قصوری ایم۔ این۔ اے اور ان کے والد پر قاتلانہ حملے کی پُرزور مذمت کرتے ہوئے جناب قصوری کے والد کے المناک قتل پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس افسوس ناک واقعہ کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کرا کر اصل مجرموں کو کیفر کردار تک پہونچایا جائے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کو حزب اختلاف کے بیانات پر مشتعل ہونے کی بجائے ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیے۔

اجلاس مجلس عاملہ جھنگ

جھنگ۔ جمیعۃ علماء اسلام شہر جھنگ کی مجلس عاملہ کا اجلاس ملنشیاں والی مسجد میں ہوا۔ جس میں مندرجہ ذیل قرار دادیں پاس کی گئیں۔ یہ اجلاس جناب احمد رضا قصوری پر قاتلانہ حملہ کی پُرزور مذمت کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ اصل مُجرموں کو کیفر کردار تک پہونچایا جائے۔ موجودہ کمر توڑ مہنگائی کو ختم کیا جائے۔ دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ ختم کیا جائے۔ جھنگ شہر ریلوے اسٹیشن پر بجلی کا انتظام کیا جائے اور پلیٹ فارم کو پختہ کیا جائے نیز لاری اڈے کو نئے بس سٹینڈ پر منتقل کیا جائے۔

نوٹ: ادارے کو خط لکھتے وقت تاریخ لکھنا مت بھولیں۔ نیز نہ واضح اور صاف لکھیں۔

شعبۂ تبلیغ کا قیام

ملتان۔ جماعتی کاموں میں خصوصاً نشر و اشاعت کے مسائل سے عہدہ برآ ہونے، تنظیم، تبلیغ، یگانگت اور یک جہتی کے لیے صوبہ پنجاب جمیعۃ علماء اسلام نے شعبہ تبلیغ قائم کیا ہے۔ اس شعبہ کا اجلاس ۵ شوال کو دفتر ملتان میں منعقد ہو اتفاق رائے سے سید نیاز احمد شاہ گیلانی امیر قاری نور الحق قریشی ایڈووکیٹ سیکرٹری اور شیخ محمد یعقوب آفس سیکرٹری مقرر ہوئے۔

ذیقعدہ کے پروگرام دفتر سے مرتب ہوں گے، شعبہ تبلیغ سے تعلق رکھنے والے حضرات کے اوقات مقررہ کے لیے دفتر ملتان سے رابطہ قائم کیا جائے۔

یکم ذی الحجہ کو ۱۰ بجے دن دفتر ملتان میں اجلاس ہو گا جو حضرات بالمشافہ ملنا چاہیں وہ دفتر میں تشریف لائیں۔

جن اضلاع میں تحصیل و ضلع کی سطح کی کانفرنسیں ہوں یا جلسے ہوں یا دینی مدارس کے جلسوں کے لیے دفتر ملتان خطوط لکھے جائیں۔

پروگرام و طریق کار

۱۔ سید نیاز احمد گیلانی جمعہ کے علاوہ ہر ماہ سارا وقت

۲۔ مولانا غلام ربانی صاحب " " " "

۳۔ مولانا بشیر احمد شاد چشتیاں " " " "

۴۔ مولانا رشید احمد کشمیری ملتان ہر ہفتہ منگل بدھ

۵۔ قاری حماد اللہ شفیق رحیم یارخان " " "

۶۔ قاری نور الحق قریشی ایڈووکیٹ ملتان ہفتہ و اتوار کی درمیانی شب و اتوار دن رات۔ قمری ماہ پہلا ہفتہ و آخری ہفتہ۔

۷۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی ہر قمری ماہ تین دن پیر منگل ابتداء ماہ سے۔

۸۔ مولانا عبد الستار قاسمی ہر قمری ماہ دو دن سوموار، پہلا ہفتہ و آخری ہفتہ۔

۹۔ مولانا محمد اسلم نیازی ممتاز آباد ملتان۔ ہر ہفتہ ایک دن (اتوار)۔

۱۰۔ مولانا منظور الحق رحمانی ملتان ہر ہفتہ ایک دن (اتوار)

۱۱۔ مولانا شاہ محمد خاں ہر ہفتہ سوموار، منگل، بدھ۔

۱۲۔ مولانا عبد الصبور رحیم یار خاں ہر ہفتہ سوموار

۱۳۔ مولانا حبیب اللہ صاحب فاضل جالندھری ساہیوال۔ ہر ہفتہ سوموار

۱۴۔ مولانا شفیق الرحمن درخواستی خان پور، ہر ماہ جمعہ اول ہفتہ و آخری ہفتہ

۱۵۔ مولانا محمد عبد اللہ صدیقی جُمعہ

۱۶۔ مولانا عطاء اللہ صاحب ہر ماہ آخری ہفتہ

۱۷۔ مولانا محمد یعقوب ربانی چوبرکانہ ہر ماہ تین دن اول ہفتہ۔ اتوار۔

۱۸۔ مولانا سید ضیاء ملتان سرہ: پہلے ہفتہ کی جمعرات

۱۔ نوٹ اجلاس ہر ماہ کی پہلی کو ہوگا۔ جمعہ ہوا تو ہفتہ کو

۲۔ " مقررین شعبہ سے رابطہ قائم کریں۔

شیخ محمد یعقوب آفس سیکرٹری

شعبہ تبلیغ جمیعۃ علماء اسلام صوبہ پنجاب ملتان

اہم اعلان

حسب ارشاد ناظم عمومی مرکزیہ قائد جمیعۃ مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ جمیعۃ علماء اسلام پاکستان، مرکزی و صوبائی عہدیداران اور ضلعی اُمراء و نظماء کا مشترکہ اجلاس ۳۰ نومبر ۱۹۷۴ء بروز ہفتہ صبح دس بجے مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں ہونا قرار پایا ہے۔

شمولیت

چشتیاں شہر کے معروف سیاسی کارکن جناب الحاج صوفی غلام مصطفٰے صاحب سیٹھی نے جمیعۃ علماء اسلام میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔ اس موقع پر جمیعۃ علماء اسلام کے نائب امیر مولانا محمد شریف صاحب وٹو بھی موجود تھے۔ حاجی صاحب پیپلز پارٹی کے بانی رکن میں سے ہیں۔ پارٹی کی دھاندلیوں سے تنگ آ کر پیپلز پارٹی سے علیحدگی اختیار کر لی تھی

ندیم اقبال اور صفدر چوہدری پھر جیت گئے

پنجاب کے کالجوں میں جمعیۃ طلباء اسلام کی شاندار کامیابی



محمد فاروق قریشی

حافظ آباد :

جمعیۃ طلباء اسلام حافظ آباد کے زیر اہتمام ایک تقریری مقابلہ تین نومبر ۷۴ء کو "تحریک آزادی میں علماء کا کردار" کے موضوع پر منعقد ہوا جس میں جلہن، بھڑی شاہ رحمان، چک چٹھہ، ڈھنی، مدھریانوالہ کولو تارڑ اور حافظ آباد کے طلباء نے شرکت کی۔

یہ مقابلہ تحصیل کی سطح پر بلائے گئے ایک تربیتی کنونشن کی دوسری نشست میں منعقد ہوا۔ کنونشن میں شرکت کے لیے جب قائد طلباء محمد اسلوب قریشی اور رانا شمشاد علی خان حافظ آباد پہونچے تو سینکڑوں کی تعداد میں طلباء نے اپنے محبوب رہنماؤں کا استقبال "للہ الامر" کے پرچم لہراتے ہوئے کیا۔

تقریری مقابلہ کے اختتام پر صدر محترم جناب قریشی صاحب نے تنظیم کے اغراض و مقاصد اور جمعیۃ طلباء اسلام کے امتیاز پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

انہوں نے کہا کہ وقت بتلائے گا کہ جمعیۃ طلباء اسلام ہی مسلم طلباء کی واحد انقلابی تنظیم ہے اور پاکستان بھر کے طلباء عنقریب "للہ الامر" کے جھنڈے تلے جمع ہو کر سامراجی اقتدار اور سرمایہ دارانہ کشمکش زر کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دیں گے۔

آخر میں قریشی صاحب نے انعامات تقسیم کیے۔

اول مسعود احمد رُکن حافظ آباد
دوم عطاء اللہ نائب صدر بھڑی شاہ رحمان
سوم فقیر محمد فقیر صدر جلہن
چہارم عبدالرشید طاہر رُکن حافظ آباد
حوصلہ افزائی - محمد زبیر صدر مدھریانوالہ

ایم بی ہائی سکول حافظ آباد کے الیکشن میں جمعیۃ طلباء اسلام کے کارکن شہباز عباس تارڑ اور محمد منیر فرخ، بالترتیب جنرل سیکرٹری اور جوائنٹ سکرٹری منتخب ہو گئے۔

منڈی بہاؤالدین

جمعیۃ طلباء اسلام منڈی بہاؤالدین کا انتخابی اجلاس ۵ نومبر ۷۴ء کو منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل عہدیدار منتخب ہوئے :

صدر : عطاء الرحمٰن خالد۔ گورنمنٹ ڈگری کالج
نائب صدر : محمد طاہر محمود گورنمنٹ ڈگری کالج
ناظم عمومی : عبدالرشید چغتائی۔ ایم بی ہائی سکول
ناظم : حامد خلیل ایم بی ہائی سکول
خازن : عبدالرحیم خائف ایم بی ہائی سکول
ناظم نشر و اشاعت : حافظ محمد اشرف مدرسہ دارالعلوم

حافظ محمد انور صاحب متعلم مدرسہ حنفیہ انوارالعلوم منڈی بہاؤالدین کو نگران و سرپرست چُنا گیا۔

لاہور

جمعیۃ طلباء اسلام لاہور شہر کا اجلاس ۲۲ نومبر بروز جمعۃ المبارک شام ۳ بجے مرکزی دفتر لاہور میں منعقد ہوا جس میں شہر کو مختلف تنظیمی حلقوں میں تقسیم کیا گیا۔ حلقہ نمبر۱ نواں کوٹ سمن آباد، ملتان روڈ، مزنگ، گلبرگ، اچھرہ، رحمان پورہ ماڈل ٹاؤن مسلم ٹاؤن اور حدت کالونی کے ناظم محمد یونس ہزاروی اور عبدالمجید نیازی، حلقہ نمبر۲ کرشن نگر، سنت نگر، راجگڑھ سانده اور پرانی انارکلی کے ناظم سید نعیم افسر۔ حلقہ نمبر۳ دھرم پورہ، ریلوے سٹیشن، صدر بازار کمہار پورہ اور گڑھی شاہو کے ناظم شاہد منظور۔ حلقہ نمبر۴ باغ بانپورہ، مغلپورہ، شالامار ٹاؤن اور ملحقہ علاقوں کے ناظم نصیر احمد سیال۔ حلقہ نمبر۵ مصری شاہ، سلطان پورہ، وسن پورہ شاد باغ، [illegible] گنج، بادامی باغ، کاچھو پورہ اور فیض باغ کے ناظم خالد سعید ملک۔ حلقہ نمبر۶ شاہدرہ، راوی روڈ، قلعہ لچھمن سنگھ، کریم پارک، موہنی روڈ اور بھاٹی گیٹ کے ناظم شیر افگن۔ حلقہ نمبر۷ اندرون شہر مع میکلوڈ روڈ، قلعہ گوجر سنگھ سرکلر روڈ، برانڈرتھ روڈ کے ناظم خالد جاوید شمس مقرر کیے گئے۔

علاوہ ازیں پنجاب یونیورسٹی، اولڈ کیمپس، نیو کیمپس، لاء کالج، ہیلی کالج آف کامرس اور ڈینٹل کالج کے ناظم ممتاز احمد وٹو، گورنمنٹ کالج لاہور کے ناظم ظفر اقبال فاروقی، ایم اے او کالج کے ناظم اشتیاق حسین اسلامیہ کالج سول لائنز کے ناظم محمد لائق، اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کے ناظم طارق جاوید شیخ مقرر کیے گئے اور ان نظماء پر مشتمل ایک رابطہ کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے کنوینر جناب محمد حفیظ بٹ ہوں گے جو پورے لاہور شہر کے نگران اور ذمہ دار ہوں گے۔

اجلاس سے مرکزی ناظم عمومی جناب سید مطلوب علی زیدی اور صوبائی ناظم عمومی جناب حافظ محمد طاہر نے خطاب کیا۔

اجلاس مجلس شوریٰ پنجاب

جمعیۃ طلباء اسلام پنجاب کی صوبائی مجلس شوریٰ کا اجلاس صوبائی دفتر لاہور میں ۱۰ نومبر ۷۴ء کو منعقد ہوا۔ اجلاس سے حضرت مولانا سعید احمد رائے پوری نے تازہ ملکی اور بین الاقوامی صورتحال پر خطاب کرتے ہوئے پاکستان کے آیندہ سیاسی حالات پر تبصرہ فرمایا اور طلباء کو نئے انداز میں اپنے کام کو جاری رکھنے اور منظم طور پر آگے بڑھانے کی تلقین فرمائی۔

اجلاس میں مندرجہ ذیل فیصلے کیے گئے:

۱۔ ۵ دسمبر ۷۴ء کے بعد پورے صوبہ میں ضلعی تربیتی و تنظیمی کنونشن منعقد کیے جائیں۔

۲۔ صوبائی مجلس عمومی کا اجلاس ۳۰ دسمبر ۷۴ء کو لاہور میں منعقد ہو گا۔

۳۔ صوبائی مجلس عمومی کے اجلاس میں پنجاب کے صوبائی صدر دفتر کے سلسلہ میں مستقل حتمی فیصلہ کیا جائے گا۔

کالجوں کے یونین الیکشنز

اگرچہ ابھی تک پنجاب کے چند ہی کالجوں میں سٹوڈنٹس یونین کے انتخابات ہوئے ہیں تاہم صوبہ کے سترہ مختلف کالجوں میں جمعیۃ طلباء اسلام کے کارکن صدر اور جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے منتخب ہو گئے ہیں۔ بعض کالجوں مثلاً کبیر والا، عارف والا اور حافظ آباد میں ہمارے پورے پینل (ایک آدھ نشست چھوڑ کر) کامیاب ہو گئے ہیں۔

مندرجہ ذیل احباب منتخب ہوئے

۱۔ ندیم اقبال اعوان
صدر سٹوڈنٹس یونین گورنمنٹ کالج چشتیاں۔

۲۔ محمد صفدر چوہدری۔
صدر گورنمنٹ کالج چیچہ وطنی

۳۔ محمد رشید اختر
جنرل سیکرٹری گورنمنٹ کالج حافظ آباد

۴۔ خالد ریاض۔
نائب صدر گورنمنٹ کالج۔ حافظ آباد۔

۵۔ مظہر علی جوائنٹ سیکرٹری
گورنمنٹ کالج حافظ آباد

۶۔ سجاد حسین
جنرل سیکرٹری گورنمنٹ اسلامیہ کالج گوجرانوالہ
افتخار احمد تارڑ۔ جوائنٹ سیکرٹری 〃

۷۔ حافظ عبدالعزیز جنرل سیکرٹری
گورنمنٹ کالج جھنگ۔

۸۔ عبداللہ مجاہد
جنرل سیکرٹری گورنمنٹ کالج عارف والا۔ صدر کے علاوہ تمام منتخب عہدیداران نے جمعیۃ طلباء اسلام میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔

۹۔ غلام محمد
جنرل سیکرٹری گورنمنٹ کالج پیر محل

۱۰۔ گورنمنٹ کالج کبیر والا میں ہمارا پورا پینل بھاری اکثریت سے جیت گیا۔

۱۱۔ چوہدری خالد محمود نصیر
صدر گورنمنٹ کمرشل کالج جہلم

۱۲۔ ملک محمد ارشد جاوید
جنرل سیکرٹری گورنمنٹ کمرشل کالج جہلم

۱۳۔ ملک سرفراز خان
جنرل سیکرٹری گورنمنٹ انٹر کالج پنڈدادنخان

۱۴۔ محمد اکمل چوہدری
جنرل سیکرٹری گورنمنٹ ڈگری کالج جہلم

۱۵۔ گورنمنٹ کمرشل کالج گوجرانوالہ میں جمعیۃ طلباء اسلام کے کارکن جنرل سیکرٹری اور نائب صدر منتخب ہو گئے

۱۶۔ گورنمنٹ کالج خانپور میں صدر کے علاوہ تمام نشستوں پر جمعیۃ طلباء اسلام جیت گئی۔

۱۷ گورنمنٹ سرسید کالج گجرات کے صدر نے جمعیۃ طلباء اسلام میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔

بیشتر مقامات سے تفصیلات کا انتظار ہے۔

اعلانات

۱۔ جناب محمد اسلوب قریشی صدر جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان نے مرکزی مجلس شوریٰ کا سہ روزہ اجلاس ۳۰ نومبر ۷۴ء کو مرکزی دفتر لاہور میں طلب کیا ہے۔ اجلاس صبح نو بجے بروقت شروع ہو جائے گا

۲۔ کالج الیکشنز میں جمعیۃ طلباء اسلام کے نمائندوں کی کامیابی کی اطلاع فوراً مرکزی دفتر کو دیجائے۔

۳۔ پنجاب کی تمام ضلعی و مقامی شاخیں آیندہ صوبائی صدر رانا شمشاد علی خاں اور صوبائی جنرل سیکرٹری حافظ محمد طاہر صاحب سے خط و کتابت کریں۔ پنجاب کا صوبائی دفتر ہنوز لاہور میں ہے۔

۴۔ خط لکھتے وقت جوابی لفافہ ضرور ڈالیں، خط پر تاریخ لکھنا کبھی نہ بھولیں۔

سید مطلوب علی زیدی، ناظم عمومی جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان

۵۔ جمعیۃ طلباء اسلام پنجاب کی مجلس عمومی کا دو روزہ اجلاس ۳۰ نومبر بروز ہفتہ قاسم العلوم شیرانوالہ لاہور میں صبح نو بجے شروع ہو جائے گا جس میں صوبائی صدر دفتر اور دیگر اہم مسائل زیر بحث آئیں گے۔ شرکاء اجلاس سے مولانا مفتی محمود صاحب بھی خطاب فرمائیں گے اراکین مجلس عمومی بروقت پہونچ جائیں۔

حافظ محمد طاہر ناظم عمومی جمعیۃ طلباء اسلام پنجاب

۶۔ جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سندھ کی مجلس عمومی کا اجلاس ۸ دسمبر بروز اتوار صبح آٹھ بجے دفتر جمعیۃ علماء اسلام ریلوے سٹیشن حیدرآباد میں منعقد ہو گا۔ جس میں آیندہ دو سال کیلیے صوبائی مجلس عاملہ کے انتخابات اور اہم معاملات طے کیے جائیں گے۔

جناب محمد اسلوب قریشی صدر جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کی قیادت میں مرکزی ناظم عمومی جناب سید مطلوب علی زیدی اور پنجاب کے ناظم عمومی جناب حافظ محمد طاہر پر مشتمل مرکزی وفد بھی اجلاس میں شریک ہو گا۔

شرکاء ممبران مجلسِ عمومی بروقت پہونچ جائیں۔

قلم کاغذ اور موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں۔

محمد اقبال شیخ
ناظم عمومی جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سندھ